

ماہنامہ دیوبند



تاریخیوں میں ایک چھٹی رنگ

ایڈیشن:- عالمِ عثمانی دنیا دیوبند

۲۳ نے پی
دس آنے

سالانہ :- سات روپے
۱۸

غذایت بخش جگر نہ مانک

توانائی

توانائی دور حاضر کا ایک ایسا مانک ہے جو یہی وقت امراض کو رفع کرنے کے لئے دوا کا کام بھی کرتا ہے اور جسم کو غذایت بخشتا ہے۔ اس کے اجزا معدودہ جگر اعصاب کو قوت پہنچاتی ہے۔ پیشہ اس کی زیادتی، دل، دماغ اور اعصاب کو قوت پہنچاتے ہیں اور ان کے فعل کو درست رکھتے ہیں۔ اس کے استعمال سے جسم کو مناسب غذایت ملتی ہے۔ اجابت (ٹھیک) کل کہ پہنچاتی ہے۔ آنتیں صاف رہتی ہیں۔ تھکا وٹ اور سستی دور ہو کر چستی اور تووانائی پس رہ جاتی ہے۔

بینز تول کا پینکنگ مع محسوس تین روپ پر پیشہ پیشے۔
ٹھک توں کا پینکنگ مع محسوس دس روپ پر

معدہ جگر اور آنٹوں کی خرابیوں کے لئے معتکر دوا جو ارش سنبال طبیب

جو ارش سنبال طبیب معدہ جگر اور آنٹوں کو قوت پہنچا کر اُن کی خرابیوں کو درکرتی اور ان کے افعال درست کرتی ہے اعصاب کو قوت پہنچاتی ہے۔ پیشہ کی زیادتی، دل کی نزد کم۔ پینڈلیوں اور جوڑوں کے درد، ریاح با سوری اور دیگر ریاحی امراض میں نہایت معمیر شاہت ہوئی ہے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے ہر عمر میں یکساں مفید ہے۔

بینز تول کا پینکنگ چھ روز پر چھٹیں نئے پیے دس توں کا پینکنگ تین روپ پر تاسیں نئے پیے محسوس ہاں ان ہی آنٹوں میں شامل ہے۔

دواں متعلق تفصیل سے چاندنے کے لئے فہرست ادویہ۔ مردانہ امراض سے چھکارا پاتے اور بگڑی صحت سنوارنے کے لئے "محافظہ شباب" اور نسوی امراض و بچوں کی صحت متعلق کتاب "تمیں تو انہیں تفت منگا کر ٹھیس

کیلیسیم کی کمی۔ دلی نزلہ۔ پرانا بخار۔ کھانسی کا نوٹ شربت

زندگی

جسم بکلیسیم کی کمی دور کرنے، پرانا بخار۔ کھانسی۔ دلی نزلہ۔ ٹھکرہ دار خشک کھانسی۔ لیسینڈ کی کثرت۔ دوپہر کی غذا کے بعد حرارت ہو جانا۔ بھیضیلوں۔ تلوں کا جاجنا۔ سر۔ رخساروں اور انکھوں میں سے آگ سی بلکتی محسوس ہوتا۔ موئی جہرہ دھنعل جلنے کے بعد پیش پکھرہ نہ ٹوٹنا۔ ہلکی ہلکی حرارت ہر وقت رہتا۔ موئی جہرہ۔ انفلو انٹر اور ملٹریکے بعد کرکری وغیرہ شکایات کے لئے مفید شربت ہے۔ پیش پکھر کو جین یا دنوں میں تاریں پر لے آتا ہے۔ ہر گرد ہر ہر ٹوسم میں مفید ہے۔ مرضیوں کو اس کم خرچ بالاشیں شربت سے فائدہ اٹھانا پاہے۔ تفصیل کے لئے زندگی کے متعلق لیٹرچر مفت منگائیے۔
ٹھک توں کا پینکنگ بارہ روپے۔ تینز تول کا پینکنگ چھ روپے پیشہ نئے پیئے۔ (محصول ایک پینکنگ کے معاون زانی ہی آنٹوں میں شامل ہیں)

نیبری یونانی دو اخانہ۔ امر نہیں ضلع مراد آباد (بیو۔ پی)

روغن اکسیدر ماغ

روغن اکسیدر ماغ کوئی معمولی اشتہاری تبل نہیں قیمتی
بڑھی بٹھیوں اور مفید اجزاء کام کر ستے جو دماغی قوت اور
بالوں کے لئے طائفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

دامنی نہیں کوڈور کرتا ہے۔ بے خوابی رفع کر کے
بیٹھی نیند مُلا آتا ہے۔ دماغی کام کرنے والوں
کیلئے خاص تحفہ ہے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۸ پیسے
ڈاک خرچ ایک روپیہ آٹھ آنے علاوہ

ہلال فارمیسی - دیوبندیوپی

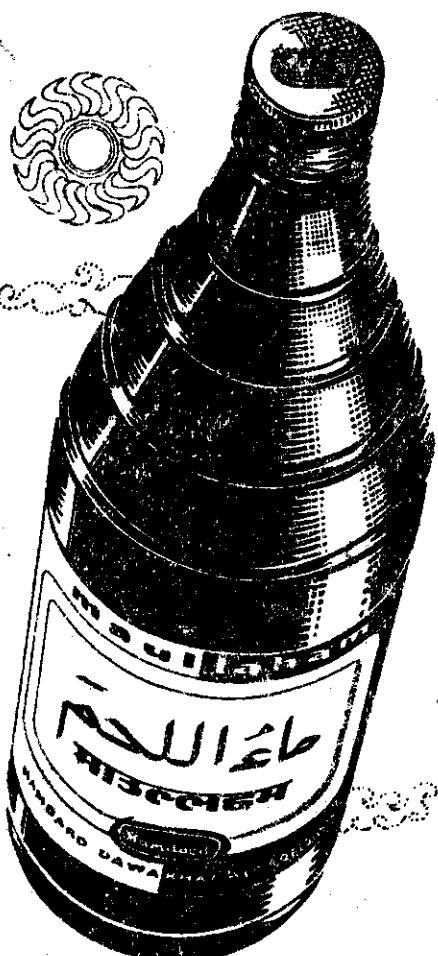
مایوسوں کے لئے بشارت

مفید، مجبوب، قابل اعتماد علاج

تجربہ ہماری صداقت کی گواہی دے گا
اگر آپ مدتوں علاج پر عالیہ کے بعد ہبہ ہار کر مایوسی و انتہار کی
زندگی لگدار رہے ہیں وقت کے تقاضے یا ختم مہماں زندگی کے باعث
جسم کی طاقتیں خرابی میں ہو رہی ہیں تو مندرجہ ذیل دو ایسی استعمال
کر کے اپنی زندگی کو شاد و خرم بنائیے۔

سچون نشا طازندگی۔ مکمل کورس دش روپے
مجبوی۔ سو گولیاں دش روپے
رفیقی۔ ایکششی دھانی تولہ یا بخ روپے
انس شواں۔ مکمل کورس دش روپے
نیز جملہ امراض کا علاج ہائے بہاں ہوتا ہے۔

حکیم ابوسعید عبد اللہ اسلام نگر، ڈاکخانہ درجنگل
ضلع درجنگل صوبہ بہار



ہمدرد کا فارماکو
بھیک کو بڑھاتا ہے اور درد رانِ خون کی اصلاح
کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے سارے اعصاب
میں تحریک کا درد و تاثری پیدا ہوتی ہے اور جسم کے اندر
ایک نئی طاقت ایجاد چکر اور ایجاد کرتا ہے۔



ہمدرد
کامپور
پٹشن

فہرست مرضیاں مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۶۳ء

۷	آغاز سخن عامر عثمانی
۸	تعمیم الحدیث عامر عثمانی
۱۳	کیا تم مسلمان ہیں شمس نویز
۱۹	تجھلی کی طاک عامر عثمانی
۲۴	مسجد سے میخانے تک ملابن العربی
۲۹	مسلمان کیا کریں جناب پیغمبر احمد طا ہر
۵۷	کھسکے کھوٹے عامر عثمانی
۴۵	بادی الصحت بیگم عظیم زیری

بھلی دیوبند



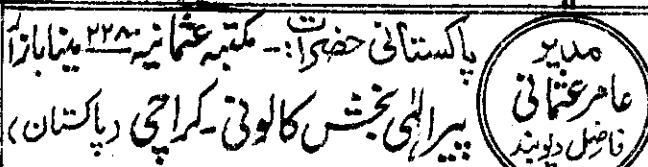
ہر انگریزی چینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے
سالانہ قیمت سات روپی۔ فی یہ چیز ۶۶ پیسے
غیر حاصل سے سالانہ قیمت آشنگ بستکل پریس اور اڑر
در پیسل اور در پرچہ نہ لکھنے بالکل سادہ رکھنے

اسنڈ ضروری

ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپکی خریداری ختم ہے۔ یا تو انہی روپ
کے سالانہ قیمت ٹھیک یادی پی کی اجازت دیں۔ اگر اس تھہ
خریداری جاری نہ رکھنی ہوتی بھی اطلاع دیں خاموشی
کی صورت میں اگلا پرچہ دی پی سے بھیجا جائیگا جیسے صول
کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا دروی پی سات روپے
با اسٹھنے پیسے کا ہو گا، منی آرڈر بھیج کر آپ دی پی کی خرچ
سنج جائیں گے۔

پاکستانی حضرت

ہمارے پاکستانی پتھر پہنچرہ بھی جکر رسید منی آرڈر اور
اپنا نام اور مکمل پتھر ہیں بھیج دیں سالہ جاری ہو جائے گا۔



ترویل نر را اور خط و کتابت کا پتہ

دفتر بھلی دیوبند ضلع سہارنپور (پی-پی)

عامر عثمانی پر نظر بیکر نے نیشنل پرنسنگ پریس دیوبند سے چھپوا کر اپنے دفتر بھلی دیوبند سے شائع کیا۔

اعمارِ حنفی

ہو گا ذلت ارثیں پوری طرح لطف اور فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ لہذا زندگی اور عافیت رہی تو انشاء اللہ اگلے ماہ اس باب میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ قارئین یہ ہرگز نہ بھیں کہ بیٹھے بٹھاتے ایک شیخ بحث اور نئے جدول کا دروازہ ہلکا گیا۔ یہ بحث و مناظر وہ نہیں نہ لکھ اور بتا دلہ جمال ہے۔ اس سے ناظرین کو یہ بھی اندازہ ہو گا کہ تھی مباحثت کتنی وقت نظر اور بیدار ذہنی کے تھانی ہوتے اور یہ بھی اندازہ ہو گا کہ علمی اختلافات میں فرقیں کوں حل و برداشت، کس انسان کا خلاص اور کس رواداری و ممتازت کی راہ اختیار کرنی چاہتے۔ آج کل غلبہ نفسانیت کے باعث یہ فساد بڑا عام ہو گیا ہے کہ ہر قدر اور گروہ چھوٹے اور بڑے، اصولی اور فروعی تمام مسائل میں اپنے بھی کو سراپا صدق و صفا، یکسر محفوظ عن الخطوار اور اخلاص و تہذیب کا مکمل ٹھیکہ دار سمجھتے ہوتے دوسروں کی ٹوپیاں اچھاتا ہے، بُلُنیں بجا تاہے، پھریوں، طعنوں اور صلوتوں کتیر جلا تاہے۔ گمراہی اور فتن کے فتوے داغنے سے بچنے نہیں ہتا اس فساد کے سی نکسی درجے میں تمسلاؤں کا ہر فرقہ اور ہر علاقہ ملوث ہے یہاں تک کہ ہم خود اپنے آپ کو بھی مستثنی نہیں کرتے، ہم بھی نفسانیت میں کسی سے بچنے نہیں ہیں، ہم سے بھی لغزشیں ہوتی رہتی ہیں، یہاں سبے طبق امرکرزاً منبع اس فساد کا بعین حلقوہ ہے۔ وہ بدعتی حلقوہ جس نے شاہ اسماعیل شہید، ایم این تیمیہ، مولانا محمد فاٹم، مولانا اشرف علی اور ان جیسی دوسری مغلف علمیتیوں کو نہ صرف بدعتیہ بلکہ کافر کہا، تصرف انھیں کافر کہا بلکہ ہر اس شخص کو کافر کہا جو ان حضرات کے گفیں شک کرے۔ یہی وہ حلقوہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت، حیات قرار اور اسی نوع کے متعدد مباحثت کا دروازہ کھویں کر امت کو لایعنی امور میں چنسیا اور

تجھی جلالی سلسلہ میں زکوٰۃ سے متعلق شمس نوہی عثمانی کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ہم نے خواہش ظاہری کی تھی کہ مدیر زندگی جناب مولانا عواد ح قادری بھی اپنے ماہنامے میں اس مشتمل پر تفصیل اٹھا رہا جمال فشر مایں تو بہتر ہو۔ اس خواہش کی وجہ یہ تھی کہ سائل موصوف نے پہلے مدیر زندگی ہی سے زبانی یہ سوال پوچھا تھا اور انھوں نے جواب دیا تھا اس سے ہم کلی اتفاق ہیں کہ سلسلہ تھے۔ جائے تشریف ہے کہ فاضل مدیر زندگی نے ہماری اس خواہش کا پاس کرتے ہوئے ستمبر ۱۹۷۴ء کے شرمندگی میں پہنچیات ظاہر فراستے ہیں فخر احمد احمد خیر الدین خیر الدین -

یہ تو ہم اپنے ذکورہ جواب ہی میں عرض کر دیا تھا کہ معاملہ نازک و خفی ہے کوئی بعد نہیں ہمارے ہی فکر و تفہیم ٹھوکر کھاتی ہے۔ اب مدیر زندگی نے وقوع عالمانہ نقد و نظر کے ذریعہ اور بھی نریادہ یہ تھا قویں قیاس بنادی ہے کہ قصور ہماری ہی کوتاہ فکری کا ہے اور وہ اپنی راستے میں باصواب ہوں۔

لیکن فی الحقیقت ہم ابھی تک اتنے مطمئن نہیں ہو سکے ہیں کہ اعتراف و رجوع کا اعلان کیسے اُن کے موقوف پر صاد کر سکیں بلکہ ہمارا جمال سے یہ مسئلہ ابھی ہریدر است اور نہ اگرے کا طالب ہے۔ انسپت تو یہی ہوتا کہ آج ہی کی صحبت میں ہم اپنی معرفت پیش کر دیتے لیکن حالات کچھ ایسے پیش آئے ہیں کہ اس پر کچھ نہیں میں بعض غیر مغلوق مصروفیات نے ہمیں بُری طرح الجھائے رکھتا ہے جس کے تیجے میں یہ شمارہ بھی چند روز نیط ہو گیا ہے اور زندگی کے مطابق کی نوبت بھی آتی دیر میں آتی ہے کہ تھوڑے اٹھا رہ جمال کی گنجائش اس شمارے میں باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اجمال کچھ لہا جا سکتا تھا، لیکن اجمال نہ توزیر گفتگو مسئلہ کے تفصیل میں سارے گار

دستورس کی حد تک حکم شرعی تک پہنچا ہے۔ دوسرے لوگ اور خود ہم بھی الگ دینی علمی اختلافات میں ہمہ شریعتیں و رافت، عجززادب، میرجنتی و شیرین زبانی اور علمکاری دوستداری کی راہ اختیار کریں تو اُس حدیث کا مفہوم کھل کر سامنہ آمدتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت کا اختلاف بھی رحمت ہے (ادکما قال)

ہاں اگست کے تجھی میں شخص نوید صاحب ہی کے سوال کا جواب فتنہ کی نکوٹ کے باشے میں دیا گیا تھا۔ مدینہ ند کی کو اس عجیب بھی اختلاف سے جسے انہوں نے اپنے ایک حادث نامی میں ظاہر فرمایا ہے اگر انہیں اعتراض نہ ہو تو ہم اعلیٰ نامے کو بھی شامل اشاعت کر کے جواب عرض کریں گے و یہ اللہ المؤفیق۔
عامر عثمانی

DURRE NAJAF

دارالفقیح حانی کے
دریجہ

آنکھوں کا بہترین دوست

دریجہ سرمه دریجہ ہو یا کتابیں، پاکستانی حضرات مندرجہ ذیل پتے سے براہ راست طلب فرمائیں:-

مکتبہ غمانیہ مینا بازار ۲۲۸۰

پیر کالونی کراچی

منظارة و حارل کے ایسے مظاہریں کئے کہ الگ دریافتی لوث آتا تو ان لوگوں کے مدن کی کھاتیں دریافتی کی مار سے دھنی ہوتی روئی کی شکل اختیار کر جاتیں۔

خوبی سے کو دیکھ کر خریزہ رنگ بدلتا ہے۔ بد کلامی پلر الٹہتی اور احتفاظ تعصبات کا یہ زہر دوسرے حلقوں میں بھی ہیصلہ۔ احاف اہل حدیث دیوبندی سہارنپوری سب لبق نظر اس سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ بد عنی الگ دیوبندی کی تبلیغیں بے لگام ہیں تو دیوبندی جماعت اسلامی اور مولا نامودودی کی تنسیت و تحقیق میں کفت درد ہیں۔ اہل حدیث احاف کا پچھا نہیں چھوڑتے اور احاف کے بعض کاری گر اہل حدیث تھے باشے میں اختیاط و نجابت سے بلکہ زبان اور قلم کے رہوار درواستے ہیں۔ زہر کی تھیلیاں ہر گروہ کی آستین میں ہیں بس نشرق کم و بیش کا ہے۔ نفس امارہ کی وسیسہ کاریاں ہر سمت زوروں پر ہیں بس فرق ضعفہ شدت کا ہے۔ یہی جادلہ و مبارزہ یعنی تقریت و افتراء، یہی خود پرستیاں اور بے لگامیاں ہماری رسوا یہیں کامیاب مدد ہماری نسبتوں کا نہ رکھ سکہ اور ہمارے زوال و اخطا کا مرکزوں مبنی ہیں۔ ان کی آخری تہیہ میں اُترتی ہے تو عالم یہ کام کاریخیں خدا افزاؤشی کے فساد نے جنم دیا ہے۔ خدا کو یاد رکھنے کی طرح یاد رکھنے والے کوئی خود پرست بے رخم اور بہت دھرم نہیں ہوتے۔

وہ دوسروں کی گستاخی اور اس پر ٹھپٹے دل سے غور کرتے ہیں، اپنی خطاؤں کو بار بار نادیلات کے پر شے میں نہیں چھپاتے اور دوسروں پر قست، کفر یا مگر ایسی کا قتوی داغنے سے پہلے سو بار غور کرتے اور بھکتی ہیں۔ انہیں احساس ہوتا ہے کہ عقول و علم صرف ہماری میراث نہیں دوسروں کو بھی اللہ نے ان نعمتوں سے نیاز نہیں اور عین مکن ہے کہ ہم ہی سے چوک ہو رہی ہو۔

بات کہاں سے کہاں گئی۔ کہنا یہ تھا کہ نکوٹ کے ایک خاص جزئیے پر جو نہ کرہ شروع پڑا ہے اسے منظرة کوئی نہ سمجھے۔ یہ ایک تبادلہ خیال، ایک افہام و تفہیم ہے جس کا مقصد و اپنی

مستقل عنوان

عام عثمانی

تفہیم الحسن

حسن اخلاق

(۱۳)۔۔۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی فرماتے ہیں :-
 لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشاد لام تفحشاد کان يقول خیار کم احاسنکم خلوقا
 (دین خاصی، مسلم، ترمذی)

ترجمہ :-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود بد اخلاق تھے نہ بد اخلاقی کو پسند فرماتے تھے۔ آپ کا ہبنا تھا کہ تم میں سے بہتر وہ ہیں جنکے اخلاق
 عنده ہوں۔

تفہیم :-

جزیرہ نگاری کے ذریعہ اُن اور اخلاقی کے مفہوم و معنی کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی بیویت میں تخلیق فرمایا تھا۔ قرآن کے معانی کو ٹھوس اور محسوس شکل و صورت میں بے دیکھنا ہے پورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرے۔ اُس شخص سے زیادہ بہت بیہودہ اور کمزور کوئی شخص نہیں ہو سکتا جو قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے حضورؐ کے اقوال و افعال کو نظر انداز کر دے۔

ظاہر ہے حضورؐ جب خود سرا یا اخلاق تھے تو دوسروں کو بد اخلاق دیکھنا کیسے پسند کر سکتے تھے۔ آپ نے مختلف پیر ایلوں میں متعدد باریہ بات دہرائی ہے کہ تم میں سے وہی زیادہ بہتر ہے جو سما اخلاق زیادہ اچھا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاق اور تقویٰ ایک ہی حقیقت کے دنماں ہیں۔ اللہ نے فرمایا۔ اکو مکرم عین شدائدہ اُنہاں کو تم میں سے جو شخص زیادہ متفق ہے وہی اللہ کے تردید کرنے والہ موزن ہے۔ حضورؐ نے تقویٰ کی تعمیر لفظ اخلاق سے کی۔ یہی وجہ ہے کہ

فشن کاری کا اخلاق نہ گپ پن، بے جیانی اور فتن و فجور پر تو خصوصیت سے ہوتا ہے لیکن عمومیت کے ساتھ اس کے ذمیں میں ہر طریق کی بد اخلاقی داعل ہے۔ مثلاً ہم ہمہن کے ساتھ کھلی بے مرد تی بہتیں، بزرگوں کے ساتھ بے تو قیری سے پیش آئیں، چھوٹوں کے ماتحت سنگلہ لاذ سلوک کریں یہ سب جوش میں داخل ہو گا۔ جن اعمال و افعال کوہ سلام نے صاف طور پر ناپسندیدہ قرار دیا ہے ان کا ارتکاب کرنا غش کاری ہے۔ ضروری نہیں کہ عام دنیاوی اصطلاح کے اعتبار سے بھی اس میں نہ گپ ہو۔

اللہ کے رسولؐ سرا یا اخلاق تھے اور یہ ایسا عقیدہ نہیں ہو بطور حسن ظن فاقم کر لیا ہو بلکہ اس پر حضورؐ کی حقیقت مقدمہ کا ایک ایک لمحہ شاہد مدل ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات سیاست ہو یا تجارت حضورؐ ہر میدان میں جسمہ اخلاق ہی نظر آئیں گے۔ حتیٰ یہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے نظمی فکل میں حضرت

لے الودر ہیں ہے کوئی عقل مانند
تدبیر کے اور ہیں ہے کوئی تقویٰ
مانند باز رہنے کے اور ہیں ہے
کوئی حسب ماند خوش خلقی کے۔

رمشکوٰۃ

تدبیر کہتے ہیں ایسے طریق کا رجس میں نسلک فراز شاخ
کو خوشنگوار ہے۔ بے شمار کام ایسے ہیں جس کے قریب شاخ تو خشکوار
ہوتے ہیں، لیکن اس خشکواری کی حیثیت سرابے زیادہ ہیں ہوتی۔
اجماً کا رسان سخت نصیان اٹھاتا ہے۔ ملی ہڈا بعض کاموں کے
قریبی شاخ خشکوار ہیں ہوتے مگر پایاں کار وہ نہایت مدد
ثرمات لاتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں جس انداز نکلنے پوری دنیا پر
قبضہ جمایا ہے وہ تدبیر کی میں ضرر ہے یعنی فوری الذلت و منفعت پر
نظر اور مال سے لا پرواہی۔ بہت تیرا را تو دس پاشخ برس بعد
کی بات سورج لی۔ مگر موجودہ زندگی کے خلنج پر جس نئی زندگی سے
دوچار ہوتا ہے اس کو دائرہ خیال سے خالج ہی کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اسلام کی نیگاہ میں اصل زندگی وہی چیز کو بہتر بنانے کے لئے
ہمیں دنیاوی زندگی میں تدبیریں کرنی ہیں۔ اس اخروی زندگی کے
علاوہ بھی اسلام کے تمام احکام میں دنیاوی زندگی کے دور رکس
شاخ و ثرات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مثلاً سود ہے۔ جواب ہے۔

مرد و زدن کا اختلاط ہے۔ شہوانی محکمات ہیں؛ دولت کا غیر معمولی
ادانتکاری ہے۔ یہ امور فوری وہنگامی الذلت و منفعت کے لئے تو
تو سہی ایسی لئے موجودہ دنیا ان کی والہ و شید لئے، لیکن اخروی
زندگی سے قطع نظر اسی دنیا میں ان امور کے شاخ اس قدر خوب
ہیں کہ خود تہذیب نوکے شید ای بھی ان شاخ پر سینہ کو بی کرتے
رہتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ جڑوں سے صرف نظر کرتے ہیں لور
ثرمات کار و زار و تھیں۔ اسلام فتنوں کی جڑ و پر کھڑا اپلا شے۔
اس تفصیل کی روشنی میں لا عقل کا تدبیر کا مطلب ہے ان

ہو گیا۔ یعنی اعلیٰ درجہ کی عقل دی ہے جو اپنے طریق کا میں تربیت
دُور کے تمام ثرات و عواقب کا حاطر رکھے ترکو و جو کرم فاد ما جملہ بر
رجھ جائے اور بعید شاخ کی پرداز کرے مسلمان کے لئے اللہ اور اسی
رسول کی مونظت یعنی ہے کہ تدبیر سے فائل مت ہو یعنی ہر فعل کے

اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ فعل و قول بداخلی میں شامل ہے جو
اللہ اور رسول کو ناپسند ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پبلور
دعا فرمایا کہ تھے:-

الحمد لله رب العالمين | لَهُ الدَّلِيلُ مِنْ يَدِ الرَّبِّ أَعْلَمُ
خُلُقِيْ (رسواہ احمد) | کی توبیٰ اخلاق کو بھی اچھا بنا جب
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کا قاضی بن اکبر بھیجا تو چلے وقت متعارض یعنی
فریبانی اور رب آخرين نیسیح نیسیح فرمائی۔
یامعاذ احسان خلقك | لَمْ يَعْلَمْ عَوْنَمْ كَلَمَ لَهُ اپنے اخلاق
لِلنَّاسِ۔

یہ حضور سی نیسیح معنوی اعتبار سے نہایت جامع ہے اور
چونکہ اسلامی اصطلاح کے مطابق اخلاق کے دائرے میں عدل،
مردود، ادائیگی حقوق اور اچھے کاموں میں معاونت بھی شامل
ہے اس لئے ایسے شخص کیلئے ہے حاکم بنا کر بھیجا جا رہا ہوا سے
بہتر اور طبق حکم نیسیح کوئی نہیں ہو سکتی جو حضور نے فرمائی۔ تماں میسیحیوں
کے آخرین اسے ارشاد فرمایا مفہوم رکھتا ہے کہ اس نیسیح کو بنیادی بھا
جائے اور ذہن سے، جاگریں کر لیا جائے۔

حضور کو حرام الكلم کہا گیا ہے۔ ہمارا موضوع اس وقت
حضور کا کمال نصاحت و بلا غلط نہیں لیکن تفہیم الحدیث کے فاریین کو
چاہتے ہیں کہ حضور کے ہر لام شاد کو اس پہلو سے بھی ضرور دیکھا کر میں کس
طرح اب چھوٹے چھوٹے نفروں میں بسط و بلطف معانی کو سو دیا کر سکتے ہیں
اور بے ساختہ ہے ہوتے جلوں میں بھی کمی بلطف معنویت اور صنعت ایجاد
ہو اکرنی تھی۔ بہت کم روایتیں ایسی ہیں جن میں حضور کے الفاظ من و عن
ہم تک پہنچ ہوں۔ مگر جب پنج گئے ہیں تو ایسا ہی محسوس ہوا ہے
جیسے قرآن ہی کے حسین بیان کے سانچے میں ڈھلانہ ایک نگینہ جگ گ
کر اٹھا ہو۔ اللہ اکبر۔ ایک اتی۔ جسے طبعاً اور لکھنا بھی نہیں آتا جب
زبان کھو لے تو ایسے بھول بر سارے جن کی نظری گلستان تقریب میں دو رُور
ذل سکے۔ صلی اللہ علی علیہ وسلم علی الہ و اصحابہ الرحمٰن

ایک اور فصح و بلطف حدیث ملاحظہ کیجئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ
عنہ روایت کرتے ہیں،

نہیں تھے لیکن امت محمدی کے ایک ناقابلِ لحاظ گروہ کو جھوٹ کر
تاماً سوادِ عظم نے انھیں حضورؐ کے بعد سببے بڑا انسانِ سلام کیا اور یہی
سوادِ عظم اس پر بھی تتفق ہے کہ حضرت مسیح اور حسین رضی اللہ عنہما
سید ہونے کے باوجود حضرت عصیر اور حضرت عثمانؓ پرے کم و ترہ
ہیں۔ حضرت علیؓ جو نبیت قربی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے ہم سبب ہیں انھیں بھی امت تیمور خلفاءؓ کے بعد ہی نتی
ہے پہلے نہیں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عظمت و فوقيت کا جو
اصولِ قرآن و حدیث نے دیا تھا امت نے اسی کو رہنمایا اور
اُن لوگوں کی حیثیتِ اسلام کے باخیوں کی سی ہے جو حسبِ شب
کو سببے بڑا شرف قرار دینے کے درپی رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔
عن عمر و ابن شعیب عن عمرو بن شعیب پتے باپے اورہا اپنے
دادا سے روایت کرتے ہیں کہیں نے ابیہ عن جدہ اانہ سهم
البنی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچتے ہوئے سنا
یقول اخیبر کمر ما حبست کم
الی واقرہ بکم متی مجلس است
دن کون مجھے جو بہرگا اور کون بیری
 مجلس میں زیادہ قریب ہو گا مجھے؟
یوم القیامۃ۔ فسکت القوم
فاغاد حاصہ مرّتین اقتلاعاً
اسی بات کو دیانتیں پڑتے ہیں۔ حضورؐ
پس خاطین خاموش ہیں۔ حضورؐ
قال القوہ نعم بار رسول اللہ
قال احسنکم مخلقاً داخجه
احمد و ابن حبان
جسکے اخلاق زیادہ بہتر ہوں۔

+ + + + +
تفہیم۔ عمرو بن شعیب کے پرداد حضرت عمرو بن العاص ایک بردست
دربر صحابی تھے۔ وہی اس حدیث کے روایی اول ہیں۔ حضورؐ کی عادت
شریفہ تھی کہ اپنے اصحاب کے آگے وقتاً فوتاً بشارتیں، وعیدیں،
موخطت کی باتیں اور اہم نکات بیان فرماتے رہتے تھے۔ جب کسی بات
پر زور دیا مقصود ہوتا تو یکخت ارشاد فرمائے کی جائے آپ سوالیہ
انداز اختیار کرتے۔ سوالیہ انداز کافائدہ ہے کہ خاطب پوری طرح
متوجہ ہو جاتا ہے۔ روایت میں جو یہ بیان کیا گیا کہ قومِ حاضر میں جلس
خاموش رہی تو اس کا مطلب تعوذ باللہ یہ نہیں کہ اس نے ارشادِ رسولؐ
پر اتفاقات ہی نہیں کیا۔ صحابہ جانتے تھے کہ اس طرح کا سوالیہ اندازِ حضورؐ
اسی وقت اختیار فرماتے ہیں جب کسی خاص بات پر متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

تم قریبی اور دُور رس تمازج کو نظر میں رکھو۔ آج اگر سو دیا جو
سے تم نے تو بھی ان اور کاریں فراہم کریں ہیں تو یقیناً تی کی
بات نہیں کیونکہ تیجے میں تھیں عذابِ الیم سے دوچار بڑا پڑھا
عقلمندی کی بات یہ ہے کہ جو بھی عیش کمانا چاہو حلال ذراائع
سے کماو۔ جو بھی عمل کرو دہ ایسا نہ ہو جس پر آخوت کا ہوا خدا
قام کہ ہو۔ چت روزہ زندگی یہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور بعد مرگ
کی داعمی زندگی کو نظر رانداز کر دینا پرے سرے کی حماقت ہے
چاہے لظاہر ایسے لوگ بقراط او اسطورہ ہی نظر آیا کریں۔
لذورِ عزم کا لکفت سے ہر راد یہ ہے کہ زہر و درع ترک
دنیا کو نہیں کہتے۔ خود ساختہ ریاضتوں سے خود کو ضیق میں
ڈالنا درع نہیں ہے۔ درعِ محل میں یہ ہے کہ جن امور سے اللہ
اور اس کے رسولؐ نے روکا ہے ان سے روکے رہو۔ حرام کے
پاس مدتِ ہٹپیکر۔ علال پر جے رہو۔ یہی ہے زہر و درع اور اخلاق
و تقویٰ۔ ایک شخصِ شب و درع عبادت کرتا ہے مگر ایک یا ایک سے
زیادہ امور ناجائز سے بھی ملوث ہے تو اس کا زہر و درع ناقص
ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ شخص زہر و درع ہے جو بہت زیادہ
عبادت گزار تو نہ ہو۔ مگر مجموعاتِ شرعی سے اپناد امن بچائے
رکھتا ہو۔

لذورِ حسنِ الحلق رحم حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی
حسن و شب نہیں) کاشتہ نظر اہر بابر ہے مسلمانوں ہی کے جن
خلقوں نے حسن و شب کو مستقل ایک شرف بتا کھاتے وہ درہ
ہندو ملت سے متأثر ہیں۔ اسلام میں حسن و شب کی کوئی ایسی
حیثیت نہیں ہے جیسی ہندو ملت میں اعلیٰ ذات کی ہے۔ قرآن
اور حدیث بالبار و واضح فرماتے ہیں کہ اصل انسانی شرف تقویٰ
میں ہے۔ حسن فلق میں ہے۔ نیکی میں ہے۔ ایک نکو کار جلہا، پھان
موجی، ہیسیار، غلام، جبشی اُس سیداً درخش سے بہتر ہے جس نے
ید کاری پرکار باندھ رکھی ہے۔ تمازج گواہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ
اور صحابی پڑکی نظر میں اُن قریشی اشراف کی حیثیت دُد کوڑی کی کبھی
نہیں رہی جھنوں نے اسلام قبول نہیں کیا، لیکن وہ معولی حسن و
شب والے آنکھوں کا تارا بن گئے جھنوں نے اسلام قبول کر کے
حسن عمل کا ثبوت دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سید

بنا یا ہے ایک سچ تر "الل" ہی ہے۔ جب ابو عییر بغیر لال کے ہوتے تو حضورؐ نہ کوہ فقرہ ارشاد فرماتے۔ اس فقرے میں مزاج کا ایک طفیل پہلو یہ ہے کہ "تغیر اور یعنی یہ تم قافیہ ہیں۔ ایک بچتے سے جب یہ الفاظ تسلیم ادا تر میں کہے جائیں تو وہیں ان سے ایک یقینیت نشاط قبول کرتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ فعل کی نشیت الاعیর کی طرف نہیں کی گئی یعنی پوس نہیں کہا گا کہ ابو عییر تم اپنی چڑیا کہاں چھوڑ آتے۔ بلکہ ایسے الفاظ کے تھے کہ یہ یا مامعجم ہے چڑیا ابو عییر کے صاف آئے نہ آئے کی نحترار ہے۔ یہ بھی مزاج لطیف کا ایک معروف اسلوب ہے۔ مثلاً اس روایت کو حسن الاحلاق کے تحت ذکر کرنے کا یہ ہے کہ پوس سے شفقت، ملاحظت اور پسار سے پیش آنا بھی اخلاق حسنی کے زمرے میں داخل ہے۔ ایک طفیل حضورؐ کے رعب و ادب کا یہ عالم تھا کہ جری سے جری آدمی آپ سے آنکھ ملانے کی تاب مشکل لاسکتا تھا۔ صحابہؓ کی نگاہیں آپ کے حضورؐ کی رہتی تھیں اور کفار کے بڑے بڑے بیانے اور سورما آپ کے آگے بچکر ساری ہی بچوں جاتے تھے مگر دوسرا طرف آپ کی شفقت رونی تر مُفتاری اور خدرہ جیسی کمال کی تھی۔ پولے تو بچوں پرست۔ تسلیم فرماتے تو اس پاس کی خدا ایک ہمیج نو سے دکھ اٹھتی۔ یہ شاعرانہ موح ساری ہیں ہے۔ حضورؐ کو اعتماد اللہ تعالیٰ انسِ حسن و جمال کے ایسے زاویتے عطا فرمائے تھے جن کی نظر نہیں ملتی۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں:-

جادہ رجل ایل النبي صلی اللہ علیہ وسلم	ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے	علیہ وسلم مستحبملہ فصال
سواری غایت فرماتے۔ حضورؐ نے	انتا حاملک علی ولد
فرما یہ تھیں اونٹھو کے بچے پر بداؤ	ناقة قاتل یا رسول اللہ ما
کروں گا۔ یہ شخص حیران ہو کر بولا	اصنعت بولد ناقہ؟ فصال
حضورؐ میں اونٹھی کے بچے کا کیا اونٹھا؟	رسول اللہ صلی اللہ علیہ
حضورؐ نے فرمایا اسے میاں اونٹ کو	وسلم و هل تلد الابن لَا
کو اونٹھی کے سوا کون جنتا	الْتَّوْقُ (ترمذی)- الْبَدَاؤ-
ہے۔	(احمد)

مزاج لطیف کا یہ نمونہ حضورؐ کی خوش طبعی کی ایک مشاہدہ ہے۔

الیٰ عالت میں وہ عموماً یہ جواب دیا کرتے تھے کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ لیکن اس طرح کی صورت جو نکل آئے دن پیش آئی وہی تھی اس نے کبھی یوں بھی ہوتا تھا کہ صحا بہ فرط توجہ میں رسمی انجام اور آمادگی بھی بھول جاتے تھے اور سراپا گوش بن کر کامیابی کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس وقت بھی ایسی ہی صورت میں آئی۔ اہم بالآخر کو مگر اور سرگردانہ بھی حضورؐ کی خادمت شریفہ تھی۔

قیامت کے دن جو صرف ایک مسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بنادے تو آپ سے تربیت ترین کردے اسکی رفتہ افادیت کا لیکھنا ناد خاہر ہے کہ جس شخص میں یہ صرف موجود نہ ہوگا وہ قیامت میں قرب حضورؐ سے بھی محروم ہی ہے گا۔ قرب کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک شخص خشنگو اور بہا اور شامہ نواز خوشبو کے ماحول میں بیٹھا ہو۔ آپ کو اس کا قرب نسبی ہو جاتے تو ہوا اور خوشبو سے آپ بھی لطف اندوں ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ اللہ کی بقرحمتیں رہی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی وہ محتاج بیان نہیں۔ قیامت کے دن شدید گرمی انسانی قرب کے کا جو سخت ماحول ہو گا اس میں کسی شخص کا رسول اللہ کے قرب کی فہریاب ہو جانا بھی اتنی عظیم نعمت ہے جس کا تصور بھی مشکل ہے خوش مزاجی، شفقت رونی، تسلیم، شیری، زبانی، رحم و رافت یہ سب اخلاق حسنے کی نصرت شاخص ہیں، بلکہ نوازمات میں سے ہیں۔ اللہ کے رسول میں یہ تمام اوصاف بدرجه اتم موجود تھے اور امامت کو بھی آپ نے ان کی ترغیب فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:-

کان النبي صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہم ہوں لیخالطناحتی یقول لاخ لی سے خوب گلہل کر یا تیں کرستھے مُخیر یا باعْمِير ما فاعل ہائیک کہ میرے بھائی سے پوچھا التغیر؟ (مسلم۔ البداؤ)۔ تحریت۔ اے ابو عییر اتحادی چڑیا ترمذی۔ ابن ماجہ۔ سنائی۔ کیا کو رہی ہے؟

الادب المفرد

کمن ابو عییر کے پاس ایک چڑیا تھی جسے وہ گاہے گاہے ساختے تھے۔

غیر "الل" کو کہتے ہیں بعض علماء نے اسے بدل کا مراد ف

حسن اسلام | مولانا اشرف علیؒ کے ارشادات و موعظت
ہمہ شہر حکمت و موعظت سے بزری ہوتے
ہیں۔ یہ ایمان افرور کتاب بھی اس خصوصیت کی نمایا طور پر
حال ہے۔ ڈیڑھ روپیہ -

حافظ ابو الحمد امام الدین کی مفید تصنیفت
ان کے مطالعہ سے روح ایمان تازہ ہوتی ہے
چے رسموں کی تعلیم ڈیڑھ روپیہ
حضرت خدیجہ ایک روپیہ
حضرت فاطمہ زہرا بارہ آنے
خاصاں خدا کی نماز بارہ آنے
نماز کے فضائل بیدرہ آنے
خاصاں خدا کا خوف آختر ایک روپیہ
علم نماز آٹھ آنے
حضرت یال دش آنے
مسلمان شوہر و بیوی بارہ آنے
ان نو کتابوں کی تیجاںی قیمت

فارسی تعلیم کا ایک عمده نصاب

جن کے ذریعے آپ نظر مicum کے بھی خود ہی اپنے
بھوں کو فارسی سکھلاتے ہیں۔

اصول فارسی مکمل ہر دو حصہ سوار روپیہ
معین فارسی ۲۸ پیسے
دروس فارسی ۵۰ پیسے
نصائح فارسی ۲۲ پیسے
ترجمان فارسی ایک روپیہ
(مکمل نصاب کی جموجمعی قیمت تین روپے باسٹھتے ہیں)

مکتبہ تحفی - دیوبند (دیوبندی)

خوش طبعی اخلاقی حسنی کے ذمیں میں تھی۔ اس سے ہمیں یہ سبق
مالکہ جلوگ طبیعت قسم کے مزاح کو بھی سمجھی گی کے خلاف صحیح
ہیں اور ناک بھیوں چڑھائے بغیر بات کرنا پسند نہیں کرتے وہ
غلطی بھی ہیں۔ حضورؐ کا ہر وصف، ہر طبعی صلاحیت، ہر وقار
ور جوان پوری امانت کے لئے معیار ہے۔ جوست ہے۔ جتنا
صالح امترزاج حضورؐ کے اندر پایا جاتا تھا اس سے زیادہ کافی
کسی بشر کے لئے مکن نہیں۔ مناسب موقع پر طبیعت قسم کا
مزاح لوگوں سے خوبی کے ساتھ پیش آتا، غیرین زبانی
تو اضع، علم، رافت و شفقت، یہ تمام اوصاف حسن اخلاق
کے اجزاء سے ترکیبی ہیں اور وہ لوگ یہ نسبت ہیں جو ان کے
عقلناو اوصاف میں سے کسی وصف کو پیشہ دیہ قرار دیتے
ہوں۔ اپنے دیکھا ہو گا بعض لوگ یہ وقت تصوری چڑھائے
رسکھتے ہیں۔ ان کو سلام کیجئے تو جواب ایسی بھی ہوتی، مُراد
آزادیں دینے جیسے اپنیں ہونٹ اور علت استعمال کرنے
میں بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بعض لوگ گفتگو کی توقیت
پیشانی پر بل دلانے کے عادی ہوتے ہیں۔ خرد خال سے ترقی
اور بیزاری پڑتی رہتی ہے۔ نظروں کا انداز لیا ہوتا ہے جیسے
خواطیب کو بہت خیر سمجھ رہے ہوں۔ یہ سب طریقے اور حکمیں
عدالتی خ کا جرم نہیں لیکن ایمان و اسلام کے لئے یہ سب سے
معصیت ہیں رسول اللہؐ کے اسوہ و کردار کے خلاف ہیں ہمیں
ہر معاملہ میں حضورؐ کے نقش قدم پر جلتنا چاہئے یہی سب سے
بڑا خوف رہتے بڑی شاستری سب سے بڑھکار معاشری طریقہ
ہے۔ واللہ الموفق۔

تین کتابوں کا روح نواز سسط

ان میں سے ہر کتاب عالم فہم بھی ہے اور مستند بھی
مقبول عالم ہونیکے باعث ہی ایڈیشن جچپ چکھیں
رسول عربی ایک روپیہ بارہ نٹے پیسے
خلافت راشدہ (حصہ اول) ایک روپیہ
خلافت راشدہ (حصہ دوئم) ایک روپیہ
تینوں کی جموجمعی قیمت تین روپے

مستقل عنوان

شمس نویں عثمانی

کیا ہم "مسلمان" ہیں؟

عرصہ حیات تنگ کرتی ہوتیں۔ ذلت و رُسوائی کے شکنجه اور نفرت و خوارت کے طوق ایک ایک گردن میں پڑتے ہوتے۔ اوجھڑیوں اور غلطیوں کے سڑتے ہوتے ڈھیرناز پڑھنے والوں کے مقدس سر برپتے ہوتے۔

شعب ابوطالب کی خوندا گھٹاں! — جہاں ان مظلوموں کو تین برس تک سماجی اور معاشی طور پر مکمل اچھوت بتا کر موت اور زندگی کے درمیان پُری طرح سسکایا گیا۔ جہاں ان کو آب و دانے کے بجائے دھتوں کی چھالیں اور بھنے ہوتے سو کھے چھڑے کھا کھا کر خون تھوکتے یہ جھیور کیا گیا۔

پھر جن کو وطن سے دھکے دئے کہ نہ کان دیا گیا تو خاک دیوانی میں بھی جین سے نہ بیٹھ دیا، ملکہ جنگ کی اُلگ چھڑ کا کان۔ کے شہروں کی لاشیں لگاڑی گئیں — دل و جوہر لے لکائے اور جلتے گئے۔ خدا نے عظیم ترین رسول کو پوری پیری جو سے گھائل کر دیا گیا۔

اور یہ سب کچھ اس گروہ نسلیں کہ ان کا گناہ کوئی تھا اور کیا ہو گا؟...“

ابوسیفیان و حنت و اضطراب کے عالم میں سر و صن رہے یتھے۔ الفتاب کی گرج نزدیک سے نزدیک، ترازی تھی۔ زمانہ کروٹ لے رہا تھا۔ ظالم ارج منظوموں کے رحم ولسم پر تھے۔ جس سچائی کو ضعیف و ناتوان سمجھ کر نکالا گیا تھا وہ ایک طاقت کی شکل میں واپس آ رہی تھی۔

کون ہے جا بوسیفیان کی وشستاد مار جو اسی کو بے جا کہے؟۔ کیا حیوانیت و خونواری کا جرم ایک لمحے کے لئے

دس ہزار اسلامی مجاہدوں کا شکری جرار طوفانی رفتار سے سختے مگہ بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ قدموں کی جا بہاذ دھمک سے کفر و شرک کی دنیا تہہ د بالا کرتا ہوا۔

تھیاروں کی چمک سے حق و صداقت کے شمشوکوچ ہیتاہا بخدا کی خلقت و جبروت کے دلوں انگریز نژاد سے جھوٹے خداوں کا دل دہلتا ہوا۔ اسلام کے کظر حیرت۔ اس وقت تک کفر و شرک کے سرفہرست ایوسیفیان نے فراز کوہ سے یہ پوشرا با منظروں بیکھا تو ان کا خون خشک ہو گیا! — وہ خوب جانتے تھے کہ یہ دس ہزار مظلوموں کا زخم خورد شکر ہے جس پر اسی لئے کی تہذیب میں تیرہ سال تک و خشایا ستم دھلتے جا پچکے ہیں۔ بدترین سفا کیوں کا یہ خونیں پن مظر اپنی پوری ہونا کیوں کے ساتھ ان کی نظروں میں گھومنے لگا۔

اُلگ — جس میں خیف و ناتوان مظلوموں کی ہڈیوں کو تپایا اور جھلسایا گیا۔

سرخ شعلے — انسان کی کروٹ کروٹ پرستے ہوئے چھالوں کی چھاپ ڈلتے اور آبلوں کے پانی سے بھٹکتے ہوئے۔ کروٹ کی بے رحمانہ بچھار — شایئں شایئں کی دخراش آواز کے ساتھ مظلوم خون کی چینیوں اڑاتی ہوئی۔

اپنے انسانی انسانی ڈھلتے بڑپ تڑپ کی فرش خاک پر گرتے ہوئے — جن کو سمجھی جلتے ہوئے بھروں سے باندھا گا (انہیم) بھٹکتے ہوئے دیت پر نگاہ کر کے مردار جانور کی طرح گھسیٹا گیا درد و کرب کی پکار پر زبان کے زہر آگ تیر۔ ہر پر طوکریں

ابوسفیان نے یہ رجزیہ لکھا رہی اور مختصر رکھے۔

”ماں گئے ہے!“ وہ کہا اسٹھے ”ہاں ہو گئے!“ آج تو...
کعیہ... بھی حلal کرو یا جلائے گا...!
”میرا!“

حضورؐ کے چیخ حضرت یاواش نے کہا۔ جو آنحضرتؐ کے حکم بر ابوسفیان
کو اسلامی طاقت کا شاندار منظر دکھانے کے لئے ان کو اس پیاری چوپی
پر اپنے ساتھ لے تھے۔ ”دیکھ رہے ہو!“ اُدھر کیا ہو رہا ہے؟
یہ دوسری آوازِ حق تھی؟“

ابوسفیان نے بتایا۔ سراٹھیا تو سکتے میں رہ گئے۔

دور اسلامی شکر کے قلب میں خدا کا آخري رسولؐ شکر و فقر
کے عجیب عالم میں تھا۔ سادہ سی اڈنٹی پروہ پیوند زدہ بیاس میں دنیا کا
اڑو گھانا تھا عظیم!۔ آج بھی زندگی کی اس شاندار کامیابی پر اسکو سر
اٹھا کر جان پسند نہ تھا۔ فرط شکر اور احساس بندگی سے جھکا ہوا سر
اس طرح جھکا تھا کہ اٹھنا ہی نہ تھا!۔ کائنات و حیات کی ذریعے پر
ایک قادر مطلق خدا کی خدائی کا اعلان کرنے والا اس وقت بھی بندگی
کا انتہا رکر رہا تھا جب انسانی طاقت اپنے شان و شکوہ کے نقطہ و درج
پر تھی۔ سچائیوں کا یہ فاتحہ منظر آپ کے روئے مبارک پر صرفت کافر
بھکر رہا تھا تو ہبھٹوں پر یہ الفاظ اس دنیا کے بعد آئی والی دنیا کی
حقیقت فاش کر رہے تھے ”میرے اللہ!“ سچا عیش تو عیش آخرت
ہی ہے!“

ایک ساعت کے لئے ابوسفیان اس حسین نظریں کھو گئے۔ وہ
بھیول گئے کہ ابھی ابھی انہوں نے اسلامی پرچم اٹھانے والے جا ہد
سعد بن عبادہ کی لکھاریں ہوت اور ہلاکت کا فیصلہ سناتا۔ لیکن پھر
اچانکی آواز ان کو یاد آئی اور ان کے چہرے کی بیماری نے امید و بیم
کی دو آتشیں قیمت میں خاموش سوال کیا۔

”کیا رسولؐ کا یہ جذبہ دس ہزار انسانوں کے جذبات پر بھی
غالب آسکتا ہے؟“ کیا امن و رحمت کا یہ پیغام ان بیتاب دلوں کو
موہ لے گا جو مظلومیت کی تیرہ سالہ گھٹی ہوئی جیسوں کو آج نعمۃ انتقام
میں تبدیل کرنے کے لئے ظالموں کی تکابوں کرنے چلے آئے ہیں؟“

کیا یہ طوفان بھی دب سکتا ہے جو امند جکا ہے۔ کیا...“

لیکن رسولؐ کی جان نواز تھیں کی بے پناہ تاثیرے اس سوال کو

بھی قابل معافی ہے؟۔ پھر یہاں تو درندگی کا تیرہ سالہ جشن
و حشتِ ناجی کی طیبین ان مظلوموں کے ایک ایک رخصم میں
حفوظ تھیں۔ یہاں ھائل جسم تھے۔ گھائل جسم ہی نہیں، طوٹے
ہوئے دل بھی تھے۔ زخموں، چھالوں اور ناسوروں سے لری
ہریٰ یہ تیرہ سالہ جان کیسے بھلانی جاسکتی تھی آخر؟ یہاں
تو اگر ہر رگش پے سے انتقام کی آگ شعلے پار ہو جاتی تو تم تھا۔
آج تو انتقام ہی الصفات تھا۔ ظلم کی طاقتوں کو صفرت ہی تھی سے
مٹادیا ہی حق کو شی اور امن کیشی کا شاندار ثبوت تھا۔

لیکن ابوسفیان حیران تھے کہ نفرت، انتقام کی کوئی آواز
اس شکر کی طرف سے اب تک سنائی نہیں دی تھی! اور ہاں صرف
ایک آواز تھی۔ انسان کی بندگی اور خدا کی خدائی کا بلند بال ایک
اقرار۔ خدا کی بکریانی کا ناغہ پُر شوق!۔ ایک نعروہ جو ایک
ہی جوشن اور ایک ہی جذبہ بکریاں کے عالم میں دس ہزار زبان پر
پر جاری و ساری تھا۔ دس ہزار سینے ایک ہی حقیقت کی پیکار
سنائی ہے تھے۔ ظالموں کی بیٹی کو اپنے ناخانے قدموں کے نیچے آتا
ہے اور بھکر بھی ان کی مظلومیت کا سر غرور و تکبر سے اپنے نہ ہوا تھا۔
بلکہ اس عظیم انقلاب کو انسانی کارنامہ تصور کرنے کے بجائے وہ اسکو
خدائے دواجلال کی قدرت سے منسوب کر رہے تھے۔ لیکن پھر
بھی ابوسفیان کو دل و دماغ سے ابلىتے ہوئے خوف و ہراس سے
تجات نہ تھی۔ جنم ضمیر کے اندر ہی اندر احساس جنم اور خوف
مزار کے دھماکے ہو رہے تھے۔ نعمۃ تکبیر کی ہر روز اونکا آتش شان
کے پھٹنے کی آواز جسکوں ہوتی تھی۔ جوش و خوش کی ہر گئی لہر
میں ان کو خون کی طیغیانی کا چھپیر الگتہ ہو اعلوم ہوتا تھا۔ یا انکے
اسلامی پیاہ کی طرف سے اسلامی پرچم اٹھانے والے جا ہد کی آواز
بلند ہوئی جس نے ابوسفیان کے اوس انخطا کر دیتے۔ یہ آواز
انتقام کی بیلی اور آخری آواز تھی!۔ ایک انسان بیتاب ہو کر
دس ہزار مظلوموں کی طیبین سے تباہ اٹھا تھا۔ اعلان کر دیا تھا کہ
انسانیت کے ڈاکوؤں کو مقدس زمین کی روایات میں پناہ نہیں
دی جائے گی۔

”الیوم یوم الملحمة۔ آج کادن۔ جنگی جدل
کا دن ہے۔ آج بیت اللہ کی حرمت اٹھادی جائے گی...“

— امن میں ہے !
 جو ابو سفیان کے رکان میں چلا گیا — ہاں ہ بھلی میں ہیں !
 جو خانہ کیجیے میں داخل ہوا — امن میں ہے !
 جس نے تھیار ڈال دیتے — امن میں ہے !
 جس نے گھر کے گواہ بند کرنے لئے — امن میں ہے !
 جو علیم بن حزم کے گھر میں داخل ہی گیا — امن میں ہے !
 جو ابی رددیک کے پریم تھے اگلی — امن میں ہے !
 امن ! — امن ! — امن !!! ہر طرف امن کی پکارتی۔

— امن کی پکارتی عفو و درگذر کا خزانہ نشانی ہوتی ! — انسان کے خون کا احترام کرتی ہوتی پکارتی — سیاہ کاروں کو دامن گرم میں جھپٹانے ہوتی — ظالموں کو سینے سے لٹکاتی ہوتی پیغمبر ان پکارتی — سارا کم اس دامن میں آگیا — ظلم و ستم کی پوری دنیا پاہ نیتے کے لئے جھوک جربی کے نرم و نازک دل میں آچھی ! — اس دل میں ہر اس شخص کے لئے جگہ تھی جس نے اسی دل پر کاری سے کاری وار کیا تھا — یہ سینہ ہر اس شخص کے لئے ٹھلا ہوا تھا جس نے سفا کی و استبداد کے پر تین خون میں اسی سینے کو زخ خون سے چھاپ دیا تھا ! — اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت کا چلتا پھرتا پیکر بن کر ملکے میں داخل ہوتے اور مرحوم حرم میں اپنے چاروں طرف ظالموں کی خون آشام بھیڑ کر آج ہجڑو بیماری کی سے گریساں ہوں میں سر ڈالے ہوتے دیکھا تو یہ منتظر دیکھ کر آپ کا دل ان لوگوں کے لئے بھی رہ دیا جاؤ کے مقدس خون سے اپنی نفرت کی پیاس جھانے کے لئے درندوں کی طرح چکھاڑتے پھرتے تھے۔

”لوگو! اب تھارا کیا مگان ہے کہ مجھ تھارے را انہکس طرح بیش آئے گا؟“ مفتیح آبادی کے شتم کاروں سے آپنے جیسے ہی یہیں کیا سینہ بیڑ جھکے ہوئے سر کچھ اور ڈھلک گئے — احسان جنم نے نظر اٹھانے اور آنکھیں چار کرنے تک کی جرأت سلب کر لی گئی — اخلاقی کریما نہ کے آنسوؤں نے پھر دلوں کو بھی پانی پانی کر دیا تھا امرتی ہوتی آوازیں ہر طرف سے یہ کاپتی ہوتی بازگشت سنائی دی — اعتراف خط اور عفو طلبی کی آخری کراہتی ہوتی بازگشت با ”آپ سب سے زیادہ شریفِ نفس ہیں۔ آپ سب سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں ...“

لفظ و بیان تک پہنچنے کا موقع نہ دیا — حالات و دعائات اسے ال کا پورا پورا جواب دینے کے لئے پوری قوت سے سامنے آگئے۔ ابھی الیوم یوم الملحمة کی انتقام انگریز اور فضاؤں میں پوری طرح گوئی بھی نہ پائی تھی کہ ایک اور بلند و بالا اور اس کوچکی ہوتی نہیں و آسان کے دو میان گوئی جملی گئی — غوف و خشیت سے دمکتی ہوتی آواز — درد و کرب کے سکتی ہوتی آواز — مقاومتی کشش سے چھکلتی ہوتی بیتاب دیے قرار آواز !

”الیوم یوم الملحمة — الیوم یوم المرحمة ! — آج کا دن رحم کھانے کا دن ہے — رحم کھانے کا دن ہے !“

یہ خدا کے رسولؐ کی پکارتی — یہ حضرت سعد بن عبادہ کی لکار کا بھرپور جواب تھا — یہ دس ہزار انسانوں کی امندستہ ہوتے جذبات کے خلاف، سپاہ کے علی الرغم سپاہیار کی آواز تھی — لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ آواز فضاؤں میں گوئی ہوتی ہے سیتوں کی گمراہیوں میں اُتر گئی — دوحوں میں سماںی — دل دماغ میں بیٹی اور دس ہزار دلوں کی بے شمار دھڑکنیں اسی آواز کے حود پر گردش کرتی ہوئیں کہس ہزارزبانوں پر یہی آواز بن کر گوئی اٹھیں — ہنڑوں کی ایک حسین حرکت نے دلوں کی دنیا میں ہنڑک ڈالیا تھا — نگاہ کے ایک اشائے نے جذبات کے بھرپور طوفانوں کا دھار اموڑ دیا تھا — وہ آنکھیں جن سے نقرت دانتقام کے خونیں جذبات چھلک نکلے تھے عفو و رقت کے آنسوؤں سے نہ ہو گئیں — وہ ہاتھجن میں ننگی تلواریں ظالموں کے خون کی پیاس سے زیانیں نکالے ہوئے تھیں وہی ہاتھ ان ظالموں کے سروں پر پیار سے تھکی دینے لگے — وہی سینے جن کو مکافات کے جذبے نے اعلیٰ دنیا تھہ و بالا کرنے کے جوش سے منشادیا تھادی سینے ظالموں کو پناہ دینے کے فرط شوق سے پھٹنے لگے — انتقام کا نزہہ لگانے والا جایدہ پریم اٹھانے کے اعزاز سے محروم کر دیا گیا اور وہ خود بھی پوری بیتاب فوج کے ساتھ رحمت عالم کی حملے میں بلند کرنے لگا۔ یہ نعروہ بھیتا بڑھتا ہوا آخر دنیا کے اس عظیم ترین اعلان امن میں تبدیل ہو گیا جس میں نہ صرف ظالم سے ظالم شخص کو سر جھانے کے لئے مددی گئی تھی بلکہ بدترین ظالموں کے ٹھروں نکو ”پناہ گاہ“ کا شاہزاد اعزاز عطا کیا گیا تھا !

جس نے مقابلے سے دست کش ہو کر اپنا دروازہ بن کر لیا۔

اسلام۔ آج بھی اس تاریک روشی کے دور میں محمد عبّی
کی آواز کو نشر کر رہا ہے۔
”مسلمان“ آج بھی یہی اعلان کر رہا ہے کہ میں اس محبوب
ترین شخصت کا پرداز ہوں۔
لیکن — یہ ”اعلان“ آج جلوں سے نیچے نہیں اُترتا۔
زر باؤں پر سب کچھ ہے۔ دلوں میں کچھ بھی نہیں!! — پھر
بھی یہیں اصرار ہے کہ ”ہم مسلمان ہیں!“ — یہ کوئی نہیں سوچتا
”کیا ہم مسلمان ہیں؟“ — آستینوں میں نہستے ”بُت“ چھپتے
ہوتے ہم کبھی کی طرف رُخ کر کے غرہ تکیر لگانے جا رہے ہیں کہ شاید
دنیا تو ہیدور سالت کی طرف دوڑ سکے! — اور دنیا ہماری
آستینوں کی طرف اشارہ کر کے تھوہہ لگاتی ہے اور پوچھتی ہے۔
— ”گیا... تم مسلمان ہو؟ — تم؟!“

اپنے شدید درد مظلومی کو سینے میں دباتے ہوتے۔ اپنے
آنہوں کے سعفہ کو پیٹے ہوتے خدا کے رسول نے ظالموں کو
غفور حمت کی سکراہی عطا کی اور اپنا ہائی سینہ عظیم ترین محبت
کے ساتھ ٹھوول دیا۔
”لا تشریب علیکم الدیوم! — آج تم پر کوئی دار گیر
نہیں۔ جاذب! — تم سب آزاد ہو!“
اس ”اسہہ حسن“ پر جان و دل شار کرنے والے دن ہزار
ایمان کے پروانے سپردگی و عقیدت کے ساتھ پکار اٹھے ہاں
— تم پر کوئی داروگیر نہیں! — رسول خدا کا یہ فیصلہ ہمیں بھی
جان و دل سے منظور ہے۔

رسالت کی نورانی شمع آج بھی تاریخ کی الجن میں پوری
آب قتاب سے روشن ہے۔

آیات بینیات تالیف: نواب حسن الملک سید
محمد ہبّی علی خاں صاحب جج۔

اہل شیعہ کے بطلان عقائد میں وہ معركة الارادہ مشہور
کتاب جس کا صحیح جواب آج تک شیعہ حضرات نہیں سکے جیسیں
خود شیعہ نہ ہب کی کتب اور ان کے علماء کے خلاف میں سے صحابہؓ
کے فضائل اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے اور شیعہ
نہ ہب کی حقیقت خلاصہ کی گئی ہے۔

المجاد دنیا کی مشہور ترین عربی دیکشتری اور دبلیاس
میں یہ شمار تھا امیر۔ ڈیگر ہزار سے زائد
صفوات۔ مجلد ستائیں روپے۔

برہشتی زریوں مدلل مکمل کون پڑھا کھا ادمی ہے جس نے
اور مقبول ترین کتاب کا نام نہ سُنا ہو گا۔ ہر مسلمان گھر کیتھے زیک
مفتی۔ خورتوں کا مشیر مردوں کے لئے مستقل رہتا۔ اس کا عمدہ
اور صفات ستمہ ایڈیشن ہم سے طلب فرمائیے۔ دو جلد نہیں مکمل
بارہ روپے (مجلد پندرہ روپے)

فتاویٰ دارالعلوم مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ اور
مولانا مفتی فہد شفیع کے فتاویٰ

کا مجموعہ ”فتاویٰ دارالعلوم“ کے نام سے باہر چھپا ہے لیکن اسکی
ترتیب و تبویب اور کتابت و طباعت ناقص ہی رہی۔ اب
ایک نیا ایڈیشن عمده ترتیب بلویب اور کتابت و طباعت
کے معیاری انتظام کے ساتھ چھپا گیا ہے۔ پھر جو آذخوں
سرکے لئے خاص حصہ کی چیز ہے۔ آذخوں کا یہ قسم جمیعہ
ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل ہے جو ہماری روزمرہ کی زندگی میں
قدم قدم پر کام کرنے والے ہیں۔ مکمل کی قیمت ۲۱ روپے۔
اگر مجلد چاہیں گے تو ہر دو حصہ کی ایک جلد۔ یعنی آذخوں
کی چار جلدیں پانچ روپے میں تیار ہوں گی۔ گویا مسئلہ کی
قیمت ۲۶ روپے ہو جائے گی۔ مجلد بذریعہ دین طلب کیا
جائے تو اخراجات میں کفایت رہے گی۔

تحفۃ الاجماء فی حکام حکیم النساء
مردوں کے کون کوئی عورتیں حلال ہیں اور کوئی حرام۔ اس
نو ضرور پر ایک جامع، مستند اور سیر جمال الحصال۔ ساتھے

معیاری کتابیں

غذیہ الطالبین مع فتوح الغائب

شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالقادر جيلانیؒ کے
مشہور زمانہ جواہر پارے۔ اُرد و ترجمہ کے ماتحت
عربی متن بھی شامل ہے۔ دو خیم جلد و میں مکمل
چوتھی سیل روپے

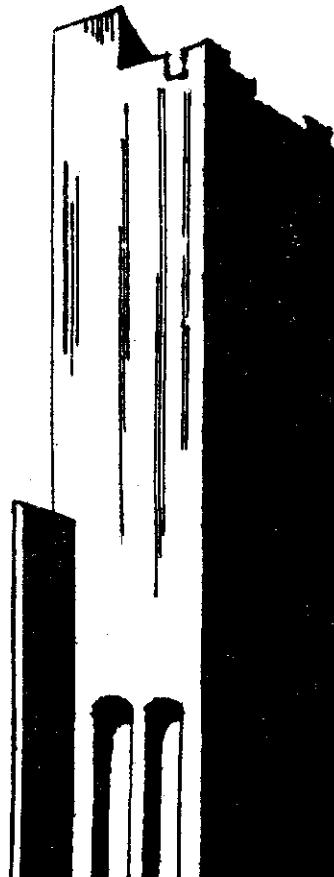
سورہ نور القرآن کی خاص الخاص سورتوں میں ہے۔
جس میں ہر وقت کام آنے والے اخلاقی اصول نازل
کئے گئے ہیں۔ اس کی تفسیر مولانا ابوالعلی مودودی
نے مفسرین، حدیثین، ائمہ اور فقہاء کے ارشادات
کی روشنی میں جس بالغ نظری کے ساتھ کی ہے وہ اپنی
تفہیر آپ ہے۔ ہدیہ جلد چار روپے۔

تفسیر سورہ بقرہ

ڈھانی پاروں پر بھیل ہوتی اس عظیم سورت کی
مستند تفسیر مولانا امترف علیؒ کے خامہ خاص سے۔
— واضح رہے کہ یوں تو پورے قرآن کی تفسیر،
”بیان القرآن“ کے نام سے شائع ہو چکی ہے لیکن
یہ سورہ بقر کی تفسیر مشتمل جلد اول اُس نایاب طیش
کی دستیاب ہوتی ہے جو تمہاری پریس نے تصحیح اور
طباعت و کتابت کے اعلیٰ انتظام کے ساتھ چھایا
ٹھکا۔ ہدیہ جلد چھروپے۔

اس کے علاوہ چھٹے نسخے جلد چارم کے بھی دستیاب
ہوتے ہیں جو سورہ نور اور سورہ اعراف کی تفسیر
کے جامع ہیں۔ یہ جلد بھی جلد چھروپے کی ہے۔
شائقین فودتی وجہ نہ رائیں۔

مکتبہ سیدھی دیوبند یو۔ پی



پیش نظر مذکور ہے
تبلیغی کامنے

وئیں اتفاقیہ بڑی تھیں کامنے

کیا کم مسلمان ہے

درودگزار خلوص و شفیقی اور عبرت و مععظت میں ڈوبا ہوا نہس تو یہ عنانی کا یہ پاکیزہ سلسلہ مضمون ہر حلقوں میں ایسی پسندیدگی سے دیکھا گیا کہ اسے مستقل کتابی صورت دینا ہری ضروری ہو گیا۔ مگر تجھی میں شائع شدہ قسطوں پر ہر ہی آنکھیں کیا گیا، بلکہ تازہ تازہ، غیر مطبوعہ شہ پارے بھی شامل کرنے لگتے ہیں۔ یہ شہ پارے تجھی میں نہیں آتیں گے، اس نے تجھی کے مستقل قاتمین کے لئے بھی یہ کتاب نئے لطفت سے خالی نہیں ہے۔ ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ خدا، رسول اور حجاجہ و صلحاء کی محبت سے پیرنی یہ سب شہ پارے اس قابل ہیں کہ انھیں وقت اوقتناً قتاً پار پار ٹھہرا جائے۔ یہ کبھی پُرانے نہیں ہوں گے۔ اس تخفہ خلوص کے لئے اپنے پرتو نقی آرڈر جلد ارسال فرمائیے۔ درود پر ۲۵ نئی پیسے

دین کے مکالمے

اضافہ شد ایڈیشن

دری تجھی اور دیگر اہل نظر کے چند بیش بہامقالات جو عس، نیاز، تجہی، چہلم اور دیگر بدعتات کا انزبر دست رکھتے ہوئے منیت رسول اور اسلام کی اہم ترین بنیادی تعلیمات کی توضیح کرتے ہیں۔ قیمت تین روپے۔

وجد و سَمَاع

ابن شیخ الاسلام امام اہلین تیہیہ رحمۃ اللہ
گناہ بجانا، قوالی، عرس وغیرہ کے باعثے میں بیظیر تھکو۔ پیش لفظ دیر تجھی کا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

مکتبہ سے بھائی دیوبند یا۔ پا

تجھیل کی وکٹ

اصول پسندی یا تھیمت پرستی؟

سوال ۱: - از عبد المعنی صاحب لکھا شعہ انجیری مذکور طبقہ کالم - پنجمہ ۵
محترمی ذکر کریں، اسلام علیکم و رحمۃ اللہ
(ابھی) جو لائی کے تجھیل میں سعید الحکیم اکبر آبادی صاحب کے
فتنه انگریز سیاسی ارتضاد ز القول صوفی نذیر احمد حکا شیری (ر) کی
مشترکہ تردید پڑھ کر نہایت مسترت ہوئی۔ آئندہ شماں میں حرب
و مسلمانوں میں تردید پڑھ کر چینی و سلطنتی ہوں۔ خدا آپ کے قلم کو مسلسل
رسکھے۔ اس دوسری جیب کر سعید احمد اکبر آبادی جیسے عام کا بھی
ایمان اسلامی نذراً میں کی حقانیت پر سے اٹھ کیا ہے، آپ چینی و
سرزمیں کامن اساقیت ہے۔

میں طویل عمر میں سے شاید تجھیل کی تاریخ اشاعت سے ہی
آپ کی تحریروں کا مشتاق طالب علم ہیں ہوں اور آپ کے قلمی جہاد کو
ہمیشہ سکھاہ تھیں سے دیکھنا رہا ہوں۔ یعنی خلافت معاویہ و نیزیہ
کے معاملے میں کافی غور و تذکرے کے بعد بھی آپ کے توقف کا قاتل نہ
ہو سکا۔ اس سلسلے میں آپ کی تمام تحریروں کو اس کے علاوہ بھی
دوسری موافقانہ و مخالفانہ تحریروں کو تعمیر شروع کیا ہوں، لیکن
شدت بلکہ اضطرار کے ساتھ اس حقیقت کو تجویں کرنا ہو رکھ،
اس معاویہ میں آئی اجتہادی علیقی ہوئی ہے۔ آپ کی نیت پر
ٹکر نہیں کر سکتا۔ مگر بصیرت کا قاتل نہیں۔ ابھی جو لائی ہے،
شماں میں "ہینفاق" کے تہراہ نگار کے اٹھاتے ہوئے سوالوں کا
جواب آپے دینے کی کوشش کی ہے اس سے کچھ ایسا لگتا ہے
جیسے آپ خلافت معاویہ و نیزیہ کی حیات کا بیڑا اٹھاتے ہوئے
ہوں اور جیب کبھی اس پر صحیح فتح جلت سے بھی اعزاز ہوتا ہے

تو فرما گئے انہوں کوئی جواب پڑھونا نہ کالئے کی کوشش کرتے ہیں اس
مسئلے پر معلوم ہوتا ہے آپ کا یقظت نظر بن گیا ہے کہ حضرت علیؓ
اور حضرت عیینؓ کے اقدامات بالکل غلط ہے اور حضرت علیؓ اور
اور نیزیہ کی حرکات بالکل صحیح چنانچہ اب آپ اس کلکے کے ہر جو
کو اسی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ ذہنیت، تکنی ہی
خلصاہ ہے، غلط ہے۔

آپ کے زیرنظر وابات ہی کے حوالے سے چند حقائق جو مجھے
بڑی طرح کھلکھل رہے ہیں یعنی عرض کرتا ہوں:-

(۱) بحث صرف اس اصول سے ہوئی چاہیے جو قرآن نے
پیش کیا ہے اور جس پر، بیت رسول اور اصحابِ حق نے عمل کر دکھایا
ہے نہ کہ لوگوں کی، وہ بجاۓ فرد کتنے ہی بزرگ گئیوں نہ ہوں،
اکثریت و اقلیت سے۔ حضرت معاویہؓ اور نیزیہ کے مقابلے
میں حضرت علیؓ اور حضرت عیینؓ کے اقدامات سے متعلق ان کے
ہم عصروں کا کیا رد یہ ظاہر ہے، "قیلاً یا عملاً" یعنی ادائی اعتدال
نہیں۔ دیکھنے کی احوال بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت
حسینؓ اپنے اقدامات میں اصولی طور پر کہاں تک حنی سجا بہ
تھے۔ اس سلسلے میں کبھی صلحت، دقت کا حوالہ دینا سراہ غلط ہے

(۲) آپے حضرت علیؓ کی بیعت کے سلسلے میں شمارہ قدماء،
کو اتنی اہمیت کے ساتھ پیش کیا ہے گویا برخلافت کی بنیادی
اصولوں، میں ایک ہو۔ چنانچہ اگر حضرت علیؓ حضرت علیؓ، علیؓ، علیؓ
کے قدر ناچن کا شخص ایکرہ نہیں دکھادیتے تو ان کی بیعت سے
اعراض درست ہے۔ یہ بات اس صورت میں شاید اہم ہوئی
جب یہ واضح الہ متعین طریقہ پر معلوم ہو جاتا کہ حضرت علیؓ

ذور خلافت ملا شاہ تک دونوں بزرگوں کے معلوم طرز عمل اور اس پر
بینی صلحاء کے اعتراف سے ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؑ کو کوئی صحیح
العقیدہ مسلمان مخصوص اور فوق البشر نہیں اتنا لیکن اتنی بات تو
بہرحال مسلم ہے کہ دیانت و تقویٰ اور علم و فہم میں وہ حضرات
ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ اتاباع رسولؐ میں اس
اربع عناصر کی تکمیل کرنے ہیں جو امت کی تاریخ رجال میں چارستون
کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن سے پڑھ کر خلافت خدا اور رسولؐ کا سے
مستحق کوئی پانچواں آدمی نہیں قرار پا سکتا۔ اس بیکھر نظریں آپ
ہی بتائیں کہ حضرت معاویہؓ کا رصوف عدم بیعت پر امراز بلکہ
انہیں ایک تو اڑی خلافت کے قیام کی مدد و چہد خالص شرعی لمحات سے
نیکا حیثیت رکھتی ہے؟

(۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصلحت بندی کی انتہا یہ کہ انہوں
نے اپنے حصہ کا اقتدار بھی حضرت معاویہؓ کو سوچ دیا۔ لاسلامی
خلافت میں جو ختنہ پڑ گیا ہے وہ اب بھی بند ہو جاتے۔ دوسرا
جانب حضرت معاویہؓ اپنے دور حکومت میں اس خلافت کی صلح
روایت کو ستم کرنے کی بجائے اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ
عام مسلمان ان کے نام زد کئے ہوئے "ولی عهد" کو محض اس لئے
امیر المؤمنین تسلیم کر لیں گے وہ حکومت کا "لائق" فرزند اور ایسے
قیلے کا جنم دچار ہے جو عملِ حکومت کے سیاہ و سفید کا مالک ہے
لہذا اگر اس معاملے کو عام مسلمانوں کی رائے پر جھوٹ دیا جائے گا با
بیو ایسے باہر کسی دوسرے شخص کو خواہ وہ لکھنا ہی بہتر اور سیدیدہ
ہو، مقرر کیا گیا، تو مصاحب دولت نبوایہ اس فیصلے کو نہیں بینے کے
اوٹ نجھے سیاسی افرانفری پیدا ہو جائے گی۔ آپ ہی بتائیے کہ
اسلام کے اصولی نظام میں اس نام کی حکمت عملی (ڈبلیویسی) کی کوئی
ادنی آنچاٹش بھی ہے؟ ہمیکا افعی حضرت معاویہؓ جیسا میر اور
با جروت حکومت روان اپنے ہی اعزاء و احباب کے ہاتھوں اتنا بے اس
یا بے نصر تھا کہ اس نے خلافت کے بنیادی اصول کو چھوڑ کر یادشہرت
کی بے اصولی کو گوارا کر لیا اور اس بے اصولی کو ہمیشہ کیلئے امت
پر سلطکر دینے کی کوشش تھی؟

کیا حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر ابن عبد العزیز
رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ ناصاعد حالات سے سابقہ درپیش تھا؟

قتل عثمانؑ پر راضی ہیں۔ قاتلوں سے ساز بائز کئے ہوتے ہیں اور
قصاص کا ارادہ قطعاً نہیں رکھتے۔ لیکن کوئی مسلمان یا صاحب فہم و
عقل حضرت علیؑ کے متعلق اس قسم کا لگان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!
چنانچہ جو بات طہیرتی ہے وہ ہی ہے کہ حضرت علیؑ خود قتل عثمانؑ پر
مول تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ قاتلوں سے قصاص ملے جائے اور
بلکہ امیر المؤمنین کی حیثیت سے یہ قصاص ان کا فرض منصبی بھی تھا
اور وہ اس کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ لیکن اس فرض کی فوائد تعمیل ہیں
موائع تھے، ناگزیر موائع۔ حضرت علیؑ کی خلافت جن پر الگزہ حالات
میں فائم ہوئی تھی اس سے ہم سب واقع ہیں۔ پھر یہ ہم اس کا ذریعہ
تھا کہ ایسے وقت میں حضرت علیؑ کا بازو مشبوط کرنے کی بجائے اسکے
خلافت بغاوت کر کے ان کے لئے فرانق خلافت کی ادائیگی کو مشکل تر
بنادیا جائے؟ اگر حضرت علیؑ نے مسلمانوں کو دارکے شعلت آپ
بالکل بدگمان نہ ہوں تو آسانی سے اس حقیقت کو سمجھ لے سکتے ہیں
کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کے شکرِ جمل صفين میں غلیظہ
وقت سے جنگ کرنے کی بجائے اگر ان کے ساتھ مل کر تعاون کرستے تو
قصاص کی تکمیل آسان ہی نہیں تھی ہو جاتی۔

(۶) حضرت علیؑ نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے مشورے پر
عمل نہ کر کے ملنے ہے ایک سیاسی غلطی کی ہو۔ لیکن حضرت علیؑ کے
فروانِ عالیٰ کو بھی نہیں، لیکن حضرت معاویہؓ نے امیر کی اطاعت کا
ہمیں بغاوت کا ثبوت دیا۔ اس بغاوت کے لئے قصاص کا اعذر
کسی اصولی شرعاً کے لمحات سے محروم نہیں۔ معروف ولی کا اس سے بھی نیا رہ
شدید واقعہ اس وقت رونما ہوا تھا جب حضرت عمرؓ نے اسلام کے
نافع اقطام حضرت خالد بن ولید کو عین عالم کا مرانی اسیکی شکرِ حرراً
کے نیچے معزول کر دیا تھا۔ مگر حضرت خالدؓ کا جذبہ اطاعت و ایشار
دیکھنے کر زبان سے بھی اُن تک نہیں کیا حضرت معاویہؓ بھی اسی
اطاعت و ایشار کا ثبوت نہیں دے سکتے تھے؟

(۷) حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ مجدد و مشرف صحابیت میں بڑا
شبہ سادی ہیں۔ لیکن کیا کوئی واقع شخص اول اللہ کر کی ثانی اللہ کر
پر بھوٹی اور بھرا تب فضیلت سے انکار کر سکتا ہے؟ اس فضیلت کی
تیئیں میں ہماری آپ کی توجیہ نہیں کر لیں گے۔ اس کی تیئیں تو
خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور دو نبوت سے

اشاعت کی صورت میں واپس کر دیں گے۔ والسلام۔ عبد المغی۔

الجواب:-

یہ آپ کی عایت ہے کہ یہی رائے کو غلط قرار دئتے ہیں
بھی آپ نے میرے خلوص تبیت کا تو کسی نکسی حد تک امکان تسلیم کیا
ورنہ عام حالت یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ اور نبی یہ
وغیرہ کے بارے میں جو تصورات ذہنوں میں جاگزیں ہو چکے ہیں
ان کے خلاف زبان کھوٹنے والے کو پہلے ہی وہی میں نہیں ہی
بدباطن، نہنے پرداز، ناصبی و خارجی اور نہ جانے کیا کیا فرار
دیدیا جاتے خواہ اس نے کتنی بھی اختیاط، مذاقت اور قوت
استدلال کے ساتھ زبان کھوٹی ہو۔

ابن حضور پیر میری تمام تحریروں کو پڑھ لینے کے باوجود
آپ کو یہی رائے سے اتفاق نہیں ہوا اور وہ تمام اعتراضات
شبہات اپنی جگہ قائم رہے جنہیں آئتے ہیں فرمایا ہے تو اب
یہ تو قع لاحدیں ہو گی کہ میں آپ کی شخصی ترسیوں کا، گیوں کہ اپنی
استطاعت اور فہم کی حد تک ان سب کی تفہیج و توجیہ میں اپنی کھلی
تحریروں میں پیش کر چکا ہوں۔ اس تجھ و توجیہ کو اپنے ڈینے
قبول نہیں کیا تو اس کی دوسری جھیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو میں ہی اپنی
طرح حق استدلال ادا نہیں کر سکتا یا پھر آپ غیر جانبداری کے
ساتھ میری معروضات پر غور نہ کر سکے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ
جو تصورات و عقائد انسان کے قلب و دماغ میں گہری جستیں
پکڑے ہوئے ہوتے ہیں ان سے دست برداری آسان نہیں ہوا
کرتی۔ تالیخ اسلام کی متذکرہ تخصیتوں کے بارے میں جو تصورات و
عقائد بالعموم فائم کیلئے گئے ہیں آنکھ بھی افہم کو سلمہ حق اُن
تصور کے سمجھے ہیں اس لئے ایسی کسی دلیل کا وزن آپ کو شکل
ہی سے محروس ہو سکتا ہے جو ان تصورات کو مسترد کرنے والی ہو۔
کوئی شخص یہ یہیں کیا کرتا کسی مسئلے کے نقطہ میں اس نے
جانب داری اختیار کی ہے، لیکن امر واقعہ عموماً یہی ہوا کرتا ہے
کہ ہم نہ شعوری یا الا شعوری طور پر بعض تعصبات اور جانبداری
کا شکار ہوتے ہیں۔ عاجز کا خیال ہے خود آنکھ بھی زیر
مجھ مسائل میں نور و نوری تصورات اور جانبداری کا شکار
ہیں۔ اس خیال کی شہادتیں میں جوانی معروضات میں پیش کرنا

کیا آخر الذکر نے جو کچھ تابعی ہو کر اور ایک بدرجہ جہاز یا دیگر ہے تو
ما جمل میں کہ دھکایا فہ اول الذکر صحابی ہو کر ایک نسبتہ بہت بہر
ما جمل میں نہیں کر لگز رکھتے ہے؟

(۴) حضرت معاویہؓ کی اس اجتہادی غلطی کے خلاف حضرت
حسین رضی اللہ عنہ نے جو علم حداد بلند کیا، اگر وہ خدا نخواستہ
نہ کر لپتے تو آج اسلام کے ممتاز نظام سیاسی نام کی کوئی ایسی
چیز نہیں رہ جاتی جس کی طرف امت اور انسانیت کو امن و
فلح کے بلا یا جا سکتا۔ یہ حضرت حسینؓ ہی کا کارنامہ ہے کہ
ہم خلاف راشدہ کا نام ایک شانی طرز حکومت کے طور پر
لیتے ہیں۔ ورنہ الٰہ حضرت حسینؓ پڑھی سکوت اختیار کر لیتے تو اس
حقیقت پر صدیوں کے استغفاری پڑھ جاتے کہ آج اس کا نام بھی
ذہنوں سے خو ہر جاتا۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی
کامیابی ہے کہ مرکب بھی اسلام کو زندہ کر گئے۔ ہون کی مسراج
خلافت الٰہ ہے۔ اس خلافت کی اساس ہمہ شہنشہ کیلئے فنا
ہو جاتی الگراہی بہت رسولؐ اپنے خون کے چھینٹوں سے اسکا
نشان جریدہ عالم پر ثبت نہ کر جاتے۔

سردار دوست نہ داد دوست یزید
حکاکہ نہایت لا الہ اہست حسین (ابوال)

بڑا در کرم!

اس نفس درازی کے لئے معدودت خواہ ہوں۔ لیکن
اپنے ایمان و ملم کی حد تک تسلیخ فرض ہے۔ لہذا چنان طور پر کہ کر
بری الذمہ ہوتا ہوں۔ اس سلسلہ پر آئے بحث قطعاً مقصود نہیں
ولیے اگر آپ سلسلہ کی جزئیات میں الجھے بغیر میری پیش کی ہوئی
کلیات کا میدھا سادھا جا ب دینا پسند کریں تو یہاں کرم
اس پورے خط کو شائع فرمائیں اس پر اپنے تبصرے سے میری
طرح پہنچے طالبین حق کو استفادے کا موقع دیں۔

اُمد کہ آپ ہر طرح بعافیت ہوں گے۔
تلاوتی ڈاٹری کو تابی صورت میں الگ مرتب کر دیجیے
تو اُرددادب میں ایک نہایت قابل قدر اضافہ ہو۔
(حضرت دیوبندی نورث)، صلح مسودہ آپ پر اس کا مل اعتماد کے
ساتھ اس کرہا ہوں کہ اسے پر حال محفوظ رکھیں گے اور عدم

کے اس اقدام کو برحق ثابت کر دیا جائے۔ کس کا اصول، کہاں کا آئین، کیسی تعلیمات شرعیہ۔ ہر رخ سے ایسی بارہتا دلیں کجاتی ہیں کہ تخصیت پرستی کے دھارے میں حق پرستی تکمیلی طرح بہہ جاتی ہے۔ میری نظر سے حکم عزل کو برحق ثابت کرنے والے جتنے دلائل آجناک گز رے ہیں وہ سب تخصیت پرستی، تعصیب اور حاقداری کے کھلے منظہر ہیں۔ مثلاً سینہ تان کر کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کو عہد کے عزل و نصب کا کلی حق ہے۔ ہر افسر کا ذریعہ ہے کہ خلیفہ کا حکم مانے اور سرکشی کی راہ اختیارات کرے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا یہ تاویل تخصیت پرستی اور اصول دے آئین سے بے نیازی کی بدترین نظر نہیں ہے۔ مطلقاً العنان گل گلٹروں کی زبان تو قانون کی وجہ سے ہے، لیکن کیا اسلام نے بھی خلیفہ کو ایسا ہی مطلقاً العنان مانای ہے کہ وہ محض اس دلیل سے دوسروں کا حل تلف کرتا رہے کہ اسے تخت خلافت ہاتھ آگیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلامی آئین میں خلیفہ کو حق نہیں دیا گا کہ تاخ دوسروں کو ایذا پہنچائے۔ تمام اختیارات کے باوجود خلیفہ کو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ پھوس کی ایک جھوپٹری ہی جلا سکے یا کسی مزدور سے صرف ٹھنڈھ کی رکھا رے سکے۔ لدھر ولاد ضرار اسلام کا اصول ہے۔ کسی کو کسی بھی قسم کا نظمان پہنچانے کے لئے خلیفہ کے پاس کوئی معقول وہم ہو نی چاہئے۔ اس کے کمی اقدام کو محض اس دلیل سے برحق کر دیا کہ وہ خلیفہ ہے ایسا ہی ہے جیسے زید ایک گھٹائے خرد کر ثبیب درود اس پڑنڈے بر ساتے اور جب اس پر اعتراض کیا جاتے تو آپ کہیں کہ زید گھٹائے کا مالک ہے لہذا اسے حق ہے کہ گھٹائے کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔ تاہیں کہیں نکر کر آخوت گرد وہ کو قبول ہو جاتے تو ہو جاتے لیکن جو لوگ اسلام پر یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ انسان ہو یا جانور۔

..... خلیفہ ہو یا غلام کمی کو کسی پڑلم زیارتی اور بے رحمی کا حق نہیں ہے وہ کس طرح یہ دعویٰ مان لیں گے کہ خلیفہ اپنے اختیارات کو جس طرح چاہے استعمال کرے اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت معاویہؓ اگر حضرت علیؓ ہی کے مقرر کردہ گورنمنٹ نہ ہوتے تب بھی انصاف کا یہ تقاضا اٹھتا ہے کہ ان کو معزول کرنے کے لئے حضرت علیؓ کے پاس کوئی معقول وجہ جواز ہو۔ لیکن یہاں تو لطف

دا، یہ پہلی ہی شق اس حقیقت کی شاہد ہے کہ آپ نے اصل موت حال کو بے لاگ انصاف کے زاویت سے نہیں دیکھا۔ اصول پسندی کا سبق دینے ہوتے تخصیت پرستی کا جو الزام آپ نے عاجز پر چسپ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس الزام کے موردن تو وہ حضرات ہیں جن کے موقف کو آپ برحق تصور کر رہے ہیں۔ اصول و آئین کیا ہے۔ انصاف کے تقاضے کیا کہتے ہیں۔ اسے حضرت علیؓ و حسینؓ کے نام نہاد رشید ائمہ ہیں کوئی خاطر پیش نہیں لاتا دیاں تو سارے معتقد اسے دعاویٰ کی اساس بھی داحد برہان ہے کہ پونکہ حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ سے اور حضرت حسینؓ نے یہ دلیل سے تخصیتی مواقب میں فضل ہیں، اس نے علیؓ و حسینؓ کا ہر فکر عمل برحق ہے اور معاویہؓ و یزید کی ہرزہ ش فاسد و باطل۔ اس کے برخلاف عاجز تو شروع سے کہتا اڑاہا ہے اور ادب بھی کہتا ہے کہ علیؓ و حسینؓ کی شخصی برتری اپنی جملہ مسلم لیکن اس برتری سے یہ فحافت حاصل نہیں ہو جاتی کہ اس یہ برتر حضرات جو کچھ بھی کریں گے وہ لازماً برحق ہی ہو گا اور جو کچھ سوچیں گے وہ ہر آئینہ تدبیر ہی کا شاہراہ کارہ ہو گا۔ اصل چیز اصول و آئین ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی معلم میں ایک فضل شخص سے فکر و عمل کی چوک ہو جائے اور فضل عرض صراط مستقیم اختیار کرے۔ میرزا موقف تخصیت پرست کا نہیں اصول و قانون کو فو قیت دینے کا ہے جبکہ مقبول عام مسلم کا خیر تخصیت پرستی اور فلسفتے عقیدت سے اٹھا گیا ہے۔

آپ خالی الذہن ہو کر غور فرماسکیں تو یہ سمجھنا کچھ زیادہ شکل نہیں ہے کہ تاریخ کی متذکرہ تخصیتوں کے بارے میں جو تصورات و نظریات قبول عام حاصل کر چکے ہیں وہ در اصل اسی فلسط فکری کا نتیجہ تو ہیں کہ لوگوں نے اصول و آئین کو کچھ طور پر افراد اشخاص کو معیار بنالا۔ مثلاً حضرت علیؓ تخت خلافت پر ٹکن ہوتے ہی حضرت معاویہؓ کو بلاسی تصویر کے بغیر کوئی الزام لکھتے معزول کر دیتے ہیں۔ اب اس اقدام کے تبع و غلط اچھے اور بُرے ہے ہونے پر گفتگو آتی ہے تو جس موقف کی تائید آپ کر رہے ہیں اس موقف کے حاملین اصول و آئین کو نظر انداز کر کے خالص تخصیت پرستی کا رویہ اختیار کر کتے ہیں۔ ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ہو حضرت علیؓ

حالانکہ اس اقدام کی تائید اور تحسین کرنے کا حقیقی مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ مطلقاً العادی اور لا قانونیت کی تائید کی جاتے۔

آپ فرماتے ہیں :-

”حضرت معاویہؓ اور یزیدؓ کے مقابلے میں حضرت علیؓ اور حضرت جیشؓ کے اقدامات کے متعلق انکے عصر پر
کا کیا روزی ظاہر ہوا، تو ایسا عمل، چند اس لائن اعتماد نہیں۔“

تو اگرچہ عاجز اپنے موقف کے اثبات میں اصول و ائمہؓ
ہی سے استدلال کرتا رہا ہے اور ہم عصر صحاہی کے روایتی کو الیسی زائد
شهادت کے طور پر سامنے لایا ہے جو نہ بھی لائی جائے تو استدلال
کمزور نہیں پڑتا۔ لیکن آپ کا یہ خیال بھی نظر ثانی ہی کا محتاج
ہے کہ کسی فعل و عمل کے حق اور ناقص ہونے کا فیصلہ کرنے میں
ہم ان تمام صحاہی رضوان اللہ علیہم جمیعن کی راستے کو نظر انداز
کر دیں جن کا مگر ابھی پرتفع ہونا سوائے شیعہ حضرات کے نام
امنت کی نکاح میں محل ہے۔ صحیحیت پرستی اسے تو خسرہ در
کہیں گے کہ سو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کسی بھی
طریقے سے بڑے امتی کو حقی کا الیکٹر و مخراور عنان علی رضوان اللہ
علیہم جمیعن میں سے کسی کو یہ وجد نہیں کہ وہ کسی اس نے کیا
کیا وہ اس حد تک برحق تھا کہ قرآن و حدیت کے ذریعہ اسے جیتنے
کیا ہی نہیں جاسکتا، لیکن یہ صحیحیت پرستی ہرگز نہیں ہے کہ جملہ
صحاہی جن بات پرتفع ہوں اسے ہم بطور دلیل استعمال کریں۔
صحاہی کا اجماع بہت بڑی قیمت رکھتا ہے اور یہ گمان کرنا کہ
صحاہی کا اجماع بھی مگر ابھی پرستی ہو سکتا ہے رفض و تشکیع کے
سو کچھ نہیں ہے۔

اپنے جواب یہ ہے کہ اصول پرستی کا جدروں سے آپ
福德ی کو دے رہے ہیں وہ حضرت معاویہؓ سے بعض رکھنے
والوں کو دیجئے اور اسے ذہن سکھانے کو شوں کا جائزہ لیکر دیجئے
کہیں دہان بھی تو صحیحیت پرستی نہ بنائے ہوئے ہوں۔
اگر آپ واقعی اصول پسند اور حق پرست ہیں تو فضیلت علیؓ
کو ایک طرف رکھ کر اصول و آئمہؓ کی روشنی میں ہزا بدر کیجئے

یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے مقرر کردہ ہیں۔ نہ احمد
نے حضرت علیؓ کی بصیرت کی ہے۔ اس صورت میں دینا کا وہ کوئی
قانون اور اصول انصاف ہے جو حضرت معاویہؓ کو اس بات پر
مجوز کرتا ہو کہ وہ اپنے ہیں اکیس سال منصب کو محض ایک سال بنیاد
ایک ناگہانی اور ناقابل فہم حکم کے قدموں پر مجده ریز کرے ہیں۔
حضرت معاویہؓ کے دشمن حضرت علیؓ کی طرف داری میں یہ بھی
بھول جاتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی حالات میں خلیفہ نے اور انکی
خلافت کو ایک ہولناک سازش سے مسوب کر لے کیلئے در
افتادہ اہل شام کے سامنے کئے تھے قرائی موجود ہے۔ قائلین عثمان
کی پشت پناہی میں خلافت کا تاج پہنچ دالا خلیفہ اہل الرسے
کے شورے کے خلاف خالص امراء انداز میں اس کو زیر عطا ہی
کو معزول کرنے کا حکم صادر کر دیتا ہے جو ایک شاندار قدیم اور
مدیر ترین گورنر ہونے کے علاوہ شہید عثمان کا رشتہ دار بھی ہے
تو آخر دنیا کا کوئی اصول انصاف ہے جو حضرت معاویہؓ کو اس
حکم کے آئندے سریلیم ختم کر دینے کی ترغیب دیتا ہو؟
یہ بھی بمعظوم ہے کہ حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے کا اقدام
ایک معزز خارم ملک و ملت کی حق تلفی کے علاوہ اس لحاظ سے
بھی آمرازہ تھا کہ اس میں اسلام کی بنیادی قویں مشاورت فی الامر
کا دور دوپتہ نہیں پلتا۔ اس کے پر خلاف وہ اسیلیم کے استزادہ
پیرینی نظر تباہ گیونکہ تعالیٰ کو وہ کہاں کریں گے کہ حضرت
علیؓ کو اس اقدام سے روکنے کی کوشش کی تھی اور جو وہ نہیں
مانے تھے تو آخری درجے میں یہ راستے دی جئی تھی کیم سے کم ایک
سال تک اسے ملتوی رکھا جائے۔ مگر وہ نہیں مانے۔ الحکوم نے
خدا جانے کن حقی دلائی کی بنابر پرستی مناسب تجھاکہ تخت خلافت
پر نکلنے ہوتے ہی اپنی مطلقاً العادی اور قاہریت کا لو باسو ایں۔

آپ اپنے بہترین جذبہ عدل و دیانت سے کا الیکٹر فیصلہ
فرمائیے کہ کیا صحیحیت پرست وہ لوگ میں ہو جو حضرت علیؓ کے اس
اقدام کو اسلام کے اصول عدل کی گسونی پر کس کے ایک خاطر اجتہاد
قرار دینے پر مجوز ہوتے ہیں یا وہ لوگ میں جو ہر قیمت پرست ہے
ہیں کہ عدل و آئمہؓ کے ساتھ چاہئے یہی کھیپ تان کرنی پڑے تو
حضرت علیؓ کا دمن غلطی اجتہاد کے رخصت سے صاف ہی رہا ہا جائے۔

یہ جانبداری اور شخصیت پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟
پھر اس بھول پر کی بھی کوئی انتہا ہے کہ جس معاویہ کو
چنگی بجا تے معزول کیا جا رہا ہے اسی کو یہ سبق دیا جائے کہ وہ
سرتابی نہ کرے بلکہ خلیفہ کا ہاتھ بٹائے۔ حضرت علیؓ کی نگاہ
میں اگر حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمتواؤں کا تعادن ملک و
ملکت کے لئے مفید ہوتا تو انھیں معزول کرنے کا سوال ہی پیدا
ہنس ہوتا تھا۔ ہاتھ بٹانے کی راہ تو خود حضرت علیؓ ہی نے
حکم عزل کے ذریعہ بند کر دی۔ اب کیا معاویہؓ کے لئے اس
خوش فہمی کی گنجائش باقی رہ گئی تھی کہ جس خلیفہ نے تاج خلافت
زیر کرتے ہی انھیں بلا وجہ گورنری کی مندرجے اٹھا ڈالنے ہے وہ
ملک و ملکت کے معاملات اور سیاست وغیرہ میں ان کا تعادن
قبول کرے گا!

میرے محترم انصاف کیمی الفہاف! یہ الزام چھپ رہیں
آپ پر راست آتا ہے کہ اصول کو چھوڑ کر شخصیت پرستی کو حجراں فخر
پیار ہے ہیں۔ اصول ہے البادی اظہام ہیں کرنے والا زیادہ
ظام ہوتا ہے۔ خلیفہ بنے ہی نیز اعوجج کی پہلی حضرت علیؓ نے
حکم عزل کے ذریعہ کی اور جب یہ نار و حکم نہیں مانگیں تو شکری
بھی آپ ہی نے فرمائی۔

اصول یہ ہے کہ تقیر سے نیک بار شاہ ناک کسی کو اللہ نے
بہ احیازت نہیں دی ہے کہ بلا دلیل معمول کے دوسروں کا حق
تلخ کرے۔ شخص آئینی اعبار سے کسی شخص کا صاحب اختیار بن
جانا یعنی نہیں رکھتا کہ وہ ان اختیارات کو اکرم من مانے طریقے
پر استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ گورنر تو بڑی چیز ہے بادشاہ اگر
ایک چیراسی کو بھی بلا کسی معقول وجہ اور مصلحت کے حضن ذاتی
یہ رخاش کی بناء پر اس کی ورزی اور طاقت سے محروم کر دیا
تو عند اللہ مستول ہو گا۔ لیکن اقدم علیؓ پر نگاہ نقد ڈالتے
ہوتے یہ اصول آپ نظر انداز کر گئے ہیں اور حضرت علیؓ کی
شخصی افضلیت نے آپ کے ذہن کو اس رُوح پر موڑ دیا ہے کہ جس
طرح بھی ہو حضرت علیؓ کے اقدم عزل کا جواز اور حضرت معاویہؓ
کی سرتابی کا عدم جواز ثابت ہو جائے۔ آپ پر مدد ہی سی بات
نہیں کہہ پاتے کہ خلیفہ بنے ہی حضرت معاویہؓ کو معزول کر دینا

کہ غیر نہیں ہے ہی حضرت معاویہؓ جیسے قدم خادم ملک ملت
کو بے خواب بلا قصور معزول کرنے کا حق حضرت علیؓ کو اسلام
اور الفراف کے کس اصول نے عطا کیا تھا؟ اگر دلیل میں تنی
ہی ہے کہ خلیفہ کی حیثیت میں انھیں اس کا حق نہ تھا تو مطلقاً
العائن ڈائیٹریٹ سپ اور اسلامی جمہوریت کا فرق بھی واضح
فرمادیجھے گا۔

(۲) یہ سچ ہی اس حققت کی آئینہ دار ہے کہ آپ حضرت
معاویہؓ اور حضرت علیؓ کو بے لاگ عمل کے ایک بھی پابند
میں نہیں رکھنا چاہتے بلکہ ایک کے ساتھنا انصافی اور دردسر
کے ساتھ رعايات بر تباہ چاہتے ہیں۔
ذرا سوچتے اپنے یہ تو فرمایا:-

”یہ کہاں کا تدریب تھا کہ ایسے وقت میں حضرت علیؓؓ
کا بازو ڈھنبوڑ کرنے کی بھروسے ان سے بغاوت کر کے
ان کے لئے فرائض خلافت کی ادائیگی کو مشکل تر
پنادیا جائے؟“

لیکن یہ نہیں فرمایا کہ یہ کہاں کا تدریب تھا کہ قاتلین عثمان
کو کیفر و کردار تک پہنچانے کی راہ میں جو رکاوٹیں ہتھیں
ان کو دوڑ رکنے اور ختنی توں کا استعمال کر سینکھ عرض
حضرت علیؓؓ حضرت معاویہؓ کو یکخت معزول کر گذریں اور
حضرت معاویہؓ اس ظلم صریح کے آجے سرسلیم خم نہ کریں تو
حضرت علیؓؓ فوج لے کر نکل ھٹرے ہوں۔

آپ تمام حقوق حضرت علیؓؓ کو دینا چاہتے ہیں اور صرف
فرائض حضرت معاویہؓ کو۔ آپ حضرت معاویہؓ کی سرتاسری
پر کف افسوس ملتے ہیں اور اس کے بیچ سماج کو اس بھسا کر
پیش فرماتے ہیں لیکن حضرت علیؓؓ کا جو اقدم عزل حضرت
معاویہؓ کی سرتابی کا سبب بنا تھا اس پر اس پہلو سے
نگاہ نہیں ڈالتے کہ اگر حضرت علیؓؓ ایسا نہ کرے تو متذکرہ
بیچ سماج کا سامنا نہ ہوتا۔ گویا رد عمل کے نقد میں تو آپ کا
ذہن خوب چلتا ہے لیکن جس عمل پر اس رد عمل کی پوری فہری
ہے اسے نقد نظر سے بالا ایک سمجھیرا نہ عمل کی حیثیت دی دیتے ہیں

معقول و مجب ظاہر کئے معزول کردینا الگ کسی کے جذبہ عدل و آئین کو نہیں چونکا تو اس کے سوا کسی کا بھاگ سکتا ہے کہ غلوٹ عقیدت نے اس کے قوائے فکر یہ میں خلل دال رہا ہے۔ لستاخی معاف ہوا حضرت علیؑ کی ذات سے مفرط اور غیر معتدل عقیدت کوئی نیا عادۃ نہیں ہے اس کا سلسلہ توصییوں سے مل رہا ہے اور یہ وجوہ ہے کہ بڑے بڑے اکابرین اہل سنت سے بھی یہ تصورات کا انہما رپوتاچلا گیا ہے جن کا سرا ایک معصوم قسم کی فریب خودگی سے جاملا ہے۔

حضرت یہ کہ نظام خلافت جن ہنگاموں سے دوچار ہوا اور ملک و ملت کو جا بلائیں پیش آئیں ان کی ذمہداری تھیں حضرت معاویہ پر ڈال دینا اُسی شخصیت پرستی اور اصول ذمہ دار کر شدہ ہے جس کے خلاف آپؐ پہلی شق میں احتجاج کیا ہے بے لگ عدل تو یہ کہتا ہے کہ اس کی ذمہداری حضرت علی پر ہے اور تمام ترمذہ داری ان پر نہ مانی جائے تب بھی فالجیت سے وہ اس میں ضرور شریک ہیں۔

آپؐ ہی کی طرح اور وہ سے بھی عاجز یہ ہیں تھا اتنا۔ رہا ہے کہ کاش معاویہ بغاوت نہ کرتے مگر کوئی اللہ کا بندہ یہ تھا کہ انظر نہیں آتا کہ کاش حضرت علیؑ عزل معاویہ کا اقدام نہ فرماتے۔ کیا اس کا بینادی سبب اس کے سوا بھی کچھ ہے کہ معاویہ کو تو لوگوں نے ایک عام آدمی بھجو رکھا ہے تو حضرت علیؑ کو ارادہ یا بے ارادہ فریب ہے اس خانے میں گلداری ہے جہاں اللہ اور رسولؐ کے سوا کسی کا جگہ پانماہر اور فاسد کا ایک مفسدہ ہے۔ اہم حقائقنا۔

(۳) غیمت ہے اس شق میں آپؐ نے حضرت علیؑ کیلئے امکان خطاب دیا۔ اب رہا آپؐ کا یہ فرمانا کہ حضرت معاویہ نے اپر سے بغاوت کا ثبوت دیا تو میں کتنی بار عرض کروں کہ حضرت معاویہ نے حضرت علیؑ کی بیعت میں نہیں کی تھی تعمیل حکم کی آئینی یا بندی اس وقت عائد ہوئی جب معاویہ خلافت علیؑ کو تسلیم کر جکے ہوتے۔ ابھی تک حضرت علیؑ معاویہ کے امیر تھیں۔ پھر شکر کشی کس نے کی؟ تاریخ متفق ہے کہ فوجی اقدام کی پہلی حضرت علیؑ نے کی۔

تدبر کے خلاف تھا۔ ہاں یہ طیاری بات ضرور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کی بغاوت تدبیر کے خلاف تھی۔ حملہ اور کے اقدام میں آپؐ کو کوئی خامی اس لئے نظر نہیں آئی کہ اس کی شخصیت آپؐ کے ذہن پر چھائی ہوئی ہے، لیکن جس پر حملہ کیا گیا ہے اس کی فعالت بھی آپؐ کو ایک جرم، ایک فلکی، ایک بے تدبیری نظر آتی ہے کیونکہ اس کی کوئی تکریم آپؐ کے ذہن کو قبول نہیں ہے۔ بنده نواز! یہ تنہ اعملی اعتبار سے قطعاً دُور از کار ہے کہ حضرت معاویہ بغاوت کرنے کی بجائے ہاتھ بیاناتے تو حالات بہتر ہو جاتے۔ ہاتھ بیاناتے معنی درد جب خلیفہ وقت اس درجہ بیزار اور لکیدہ ہے کہ معاویہ کی میں سالہ خدمات اور اعلیٰ درجے کی صلاحیتوں کو نظر انداز کر کے انھیں مکہم دیساست سے کلی طور پر بے دخل کر دینا چاہتا ہے۔ ہاں یہ تنہ اپنے طرح معقول محسوس ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ معاویہ کا تخت اُلطیٰ کی بجائے دسرے بہتر کاموں میں تمہک ہوتے اور پچھلے خلفاء کی روشن کے مطابق حضرت معاویہ کی اعلیٰ صلاحیتوں سے فائدہ اٹھلتے ہیں بتاؤ دہ کوئی قیامت حضرت معاویہ نے تو طریقی جس کے مطیں ان کا عزل ایک ایسے نازک وقت میں بھی انتہائی ضروری قرار پایا گیا جب کہ ملک و قوم کو گوناگون فتوؤں سے سابق تھا، جب کہ خلیفہ تالث کو دن کی روشنی میں ذبح کر دیا گیا تھا، جبکہ معاویہ جیسے مدبروں کی ضرورت ملک و قوم کو پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔ الگ اپ شخصیت پرست نہیں ہیں تو خدا کے اس رُخ سے بھی تو سوچیے۔

حضرت علیؑ کو تغیرت بنادیجے کو جو کو وہ کہیں یا کہیں گے حق ہی حق ہو گا۔ وہ بھی ایک امتی ہی تھے اور حضرت معاویہ سے افضل ہونے کے باوجود نکری عملی قصوروں سے بھی یقیناً نمکن تھا۔ حقوق اور نشر الفن میں توازن لٹکوڑا کیتے ہی الگ حضرت علیؑ کو ہر عالم کے عزل کا اختیار مال ہو گیا تھا تو یہ فرضیہ بھی ہر عالم اپر خانہ خاکہ کی اولادی سے ادنیٰ افسر کو ناتق ایذا نہ پہنچا تیں۔ کسی سے بلا وجد اس کا منصب ترجیحیں کسی کی شاندار خدمات پر بغیر معقول سبب کے خاک نہ اڑائیں۔ نیز یہ بھی ایک فرضیہ ہی تھا کہ مشاورت کی ترغیب شرعی کا الحاظ فرماتا ہے۔ اہل المراء کے علی الرغم خالص امراء اندراز میں اسٹیٹ کے ایک معزز ترین، مدبر ترین، قدمی ترین حاکم کو بغیر کوئی الزام لگاتے، بغیر صفاتی کا موقع دیتے، بغیر کتنی

یہی ہونا تھا کہ ضمیل خلیفہ کے الضار و اعزٰ اسے کے زخمی لوں پر مزید چرک لے اور ظاہری قرائی کے نتیجے میں بشرکی سازش ہوئے کا جو سوراخ حضرت علیؓ کے بارے میں ذہنوں پر سمجھوڑے بر سار ہام تھا وہ قویٰ سے قویٰ تر ہوتا چلا جائے۔ ہم نے مجھی نہیں کہا اور اب مجھی نہیں کہتے کہ حضرت علیؓ قاتل عثمانؓ کی سازش میں شریک ہے۔ نہیں حضرت علیؓ سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن خلیفہ ثالث

حضرت عثمانؓ کا بیداری سے ارادا جانا پھر انکی ہون آلوں مسندِ خلافت پر حضرت علیؓ پھر بیٹھ جانا اور قاتلین عثمانؓ کی نظر میں ایسی صورت حال، یقیناً تھی جو حضرت علیؓ کے بارے میں ان کے ہم عصروں کے لئے بدگانی کا قدر تی موضع فراہم کرتی ہے۔ حضرت معاویہؓ کو دعماً معزول کر کے حضرت علیؓ نے گویا اس بدگانی پر صادر کر دیا۔ حضرت علیؓ کاظم رضی اللہ عنہ کچھ بھی رہا ہو لیکن معاویہؓ کی امظاہرہ یقیناً ایسا فعل تھا جو کسی بھی کیا طبق سے تعمیری تباخ کا حامل نظر نہیں آتا بلکہ وہ بدلہ پر سوراخ کی راہ و کھاتا ہے۔ ہم کیجھی نہیں کہتے کہ حضرت علیؓ نے قصداً تحریکی براستہ اختیار کیا۔ ان کے حسن نیت پر ہم بھروسے ہیں لیکن ہواں تو اپنہ اداد تدریج کا ہے۔ تدریج تو اسی کا نام ہے کہ قریب و دور کے تباخ پر نظر رکھی جاتے ہی حضرت علیؓ نے حدود ہیں وہی تھے، لیکن کیا انسانی فطرت کا یہ عجوبہ آئے دن آپ کے مانسے نہیں تا کہ بھی کوئی تہذیب جذب اس وقت وحدت سے اُبھر لے ہے کہ تمام فکر و داشت پر چھا جاتا ہے اور عقل و تدریج ہیصار اُدالیتی ہیں یا جزو کے خیال میں حضرت علیؓ کے ساتھ بھی فطرت نے یہی ھیل کھیلا ہے۔ اگر معاویہؓ کو سوراخ وہی سے اکھڑتے ہیں کا جذب طوفانی شدت کے ساتھ ان کے اندر نہ اُبھرنا تو عزل معاویہؓ کے اقدام کے نتھا نات ایسا راز نہیں تھے جن تک ان کا ذہن رسانہ تھے پاتا یا پھر یوں کہیج کہ وہ گروہ قاتلین کے ہاتھوں یہ بس ہو گئے تھے اور عزل معاویہ کا نشان اسی کے ایسا پر جاری فرمایا تھا۔ حضرت خالد بن ولید اور حضرت معاویہؓ کے عزل میں جو متعدد فارق ہیں انھیں میں متعدد بار تجھی میں واحد کر چکا ہوں

علاوہ ازیں یہ کہنا کہ تھا صاص کا غذر کسی اصول شرعی سے غیر نہیں ہے۔ فدوی کی نظر میں بہت بڑی جمارت ہے کیا اتر اُن میں صرخ طور پر قانون قصاص بیان نہیں ہوا؟ کیا اسی قانون کے تحت حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر میںے اکابرین نے حضرت علیؓ کے خلاف عسکری اقدام نہیں کیا؟ — فدوی کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو ایک عام فرد کی حیثیت سے بھی شرعاً، قانوناً اور عقولاً یہ حق تھا کہ تھا صاص کا مطالیب کریں اس پر زور دیں۔ اُن اشتراکے غلبہ و سلطنت سے بیزار ہوں جنہوں نے خلیفہ و شاہزاد کو گھر کر ذبح کیا تھا اور جو خلافت علیؓ کے باشے کا ندھوں پر اٹھاتے آج بھی مونجھوں پر تاد دے رہے تھے۔ البتہ معاویہؓ کی جس بغاوت کو آپ مطابق تھا صاص سے جوڑ رہے ہیں وہ محض اس مطالبه کا شاخصانہ نہیں تھی، بلکہ وہ تو تیجہ تھی حضرت علیؓ کی اس تقابل فہم اور نامنصفانہ روش کا کہ اخنوں نے اقدار پاتے ہی معاویہؓ کی معززی کیا حکم صادر فریا۔ اس حکم کو ان لینے کا مطلب یہ تھا کہ معاویہؓ اُس گروہ کے آگے ھٹھنے لیک دیں جس نے حضرت عثمانؓ پر شہید کیا تھا اور جو حضرت علیؓ کی آخری اسوخت بھی سلطنت تھا۔ فدوی کو بتائیے کہ الگ معاویہؓ کو خواہ معزول کرنے پر قاتلین عثمانؓ کے گروہ نے جموروں نہیں کیا تھا اور خود حضرت علیؓ کے دل میں بھی ذاتی پر خاش سلسلہ عنیاں نہیں تھی تو پھر آخر وہ کیا آفاقی مصلحت تھی جو اقدام عزل کو منصفانہ باور کریں سکتی ہو؟

کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ تھا صاص سے گریزان نہیں تھے بلکہ اس وقت کے سچاہ تھا لیکن اسی عمل اتمکن ہی نہیں تھا۔ ٹھیک ہے۔ اسی امر واقعہ کو جب حضرت علیؓ نے سمجھا نے کی طرح حضرت عائشہؓ کو سمجھا دایا تو وہ حق سے دستکاش ہو گئی۔ تو کیا تدریج کا تفاہیا نہیں تھا کہ حضرت معاویہؓ اور دیگر طالبین قصاص کو بھی تنظیم کرنی رہیں نکالی جاتیں لیکن حضرت علیؓ نے یہ راہیں ڈھونڈنے کے عوض عزل معاویہ کا اُدرا جاری کر دیا جس کا الازمی نتیجہ

سے پہنچا بابر ضرور کرتے ہیں کہ تمام صحابہؓ کے احتجاج
اتفاق کو بھی لظر انداز کر دو۔

(ام) جس موقوفت کو آپ درست سمجھ رہے ہیں وہ درست
شخصیت پرستی ہی کا ساختہ پرداختہ ہے۔ ایک وجہ سے کہ
ایک ہی وقت میں آپ ووسروں کے لئے تو یہ صحبت ہیش
فرماتے ہیں کہ اورامات حسینؑ کی جائیج پر کہیں معاشرتی
کثرت رائے اور نرگیز غیرہ کا ماحظہ صرف کرو۔ اور

لئے لئے شخصی مراتب ہی کو دلیل راہ بناتے ہیں۔ دلکشی
ایک آئینی بحث ہیں آپ خود ہی حضرت علیؓ کی شخصی قیمتی
کو مستقل دلیل کی قیمتی میں پیش فرمادیا۔ حالانکہ حضرت معاویہؓ
پر حضرت علیؓ کی شخصیت زیر بحث نہیں تھی اور ندوی نے
تجھی حضرت علیؓ کی اختیارت کا انکار نہیں کیا۔ ہے۔ نیز بحث
تجھی نہیں تھی کہ علیؓ و معاویہؓ میں کون خلافت کا زیادہ سخن تھا۔
یہ بحث اس وقت ہوتی جب پہلی حضرات نازل حالات
میں خلافت کے لئے رائے خالی کرتے۔ مگر یہاں تو اصل بحث
یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو شرعاً یا عاماً تصویر عدل کے قانون
نے یہ حق دیا تھا کہ مملکت کے آکا وفادار خادم، رسول اللہؐ

کے مقام صحابیؓ، فکر و مذہب کے ایک معروف پیغمبر حضرت معاویہؓ
بن اوسیان رضی اللہ عنہما کو کسی ادنیؓ اسی خطاب کے بغیر غافٹہ
— اُندر ہی اور طوفان کی طرح نصرف معزول کر دیں بلکہ انکی
عورت نفس اور غیرت پر ایک تملید یہ نہ دلیل ضرب لگانے
کے لئے نہ گورنر کو جائز دے کر بھی روشن فرمادیں۔ اصل
نکتہ بحث سے پہلے حضرت علیؓ کے مناقب تھی کہ راٹ حبیرنا
حقیقت میں اسی شخصیت پرستی کا شاخصاً ہے جسے آپ وسروں
کے لئے مذموم فرادری کہتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے اپنی
متوازی خلافت اس لئے قائم نہیں کی کہ ان کے نزدیک حضرت
علیؓ کو استھانی خلافت نہیں تھا۔ معاویہؓ تو حضرت علیؓ
کو غلیقہ لانتے کے لئے بالکل تیار تھے بشرطیکہ وہ قبول عثمانؓ
کے تصریح کے سلسلے میں غیر مشترط روز عمل اختیار کرتے۔ لیکن
خلافت معاویہؓ کا قیام تو اس لئے عمل میں آیا کہ حضرت علیؓ نے

اپ بار بار دہرا بیکار ہو گا۔ صرف ایک ہی فارق کا ذکر کرنا ہو
یہ کہ غالباً دہلی حضرت علیؓ کی بیعت کر چکے تھے۔ انھیں شایف
مانتے تھے۔ انھی کے احکام کے مطابق میدان جنگ میں پہنچنے
اس صورت میں دہان تمام اسلامی تلقینات کا مخاطب تھا جو
اعلاعیت امیر کے سلسلے میں وارد ہیں، لیکن معاویہؓ کا معاہدہ
کہاں۔ وہ تو مملکت کے دیرینہ لازم تھے۔ خون سے تھڑے
ہڑے تھنت خلافت پر یعنی خلافتے نے خلیفہ کو اخیر نے امیر
سلیم ہی نہیں کیا تھا۔

غیر شوری جانبداری کا منظہ بہرہ آپ کے اس سوال میں
بھی ہے۔ حضرت علیؓ عبد اللہ بن عباس کے شوکے بیکن
نے کہتے ہوئے من مانا افتادم کر گذر من تو اس تو آپ تھن
ایک سیاسی عملی کا سادہ سامان میں کر گز جا بیں لیکن اس
افتادم کا بخورد عمل معاویہؓ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ پھر پوری اہمیت
کے ساتھ بھانگ جرم ہا اور کرنا چاہیز ہے ذہنیجاً تبدیلی ایں
تو کیا ہے۔ آخر حضرت علیؓ کے کسی افتادم کو فقط یہ سیاسی عملی کا
مسئلہ نہیں دے گزنا قائل خاطر ارادیا جا سکتے ہے تو حضرت معاویہؓ
کے وہ عمل کو بھیجیں ایک سیاسی لغزش مان کی نظر انداز کیوں نہیں
کیا جاسکتا۔

ایک اور تضاد آپ کے انکار میں پایا جاتا ہے۔ ایک
طرف آپ سیکھ ائمہ میں کہتے ہیں کہ اصل چیز اصول و ایمین
ہے یہ دیکھنا اصطلاحاً اقتدار نہیں کہ حضرت حسینؑ کے ایسا
کے متعلق ان کے ہم عصروں کا قولی و عملی روایت کیا ہے۔ گویا ایک
بنگاہ میں پورے گردہ صحابہؓ کا اتفاق رائے بھی کوئی دلیل نہیں
ہے۔ دوسری طرف آپ اس تسلیم میں حضرت خالدؓ
کے عزل کو مسلم طور پر ایک منصب نہ اور لا ایق تقلید افتادم نہیں
و یتی میں کوئیکہ اس کا انتساب حضرت علیؓ کی طرف ہے
حالانکہ آپ کی اصولی پرستی کا لقاضا یہ ہونا چاہیے تھا کہ حضرت
خالدؓ کا عزل ہو یا معاویہؓ کا اس کے لئے اصولی اعمال حزار
سامنے لائیں۔ اگر افتادم کی اصولی پر پر کھے بغیری حضرت علیؓ
افتادم آپ کے نزدیک برعکھ تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے
معاملے میں آپ شخصیت پرستی کو معیوب نہیں سمجھتے۔ ہاں سرو

شکر کشی حضرت حسن پندرہ نبی تھی۔ انہوں نے اپنے والد مردم کو برملاٹو کا تھاکر لے ابا جان اس ارادے سے باز اچالنے ورنہ اس کا حاصل فقط یہ ہے گا کہ باہمی خونریزی و اختلاف کی فصل بہار ہلپا اُٹھے گی۔

اس صورت میں جس طرح آپ اور دیگر حضرات حضرت معاویہؓ کو مشورہ دینے میں بقت فرماتے ہیں اسی طرح حضرت علیؓ کو بھی کم سے کم ایک آدم بار تو پیشہ مشورہ دے رہی دیکھئے کہ اپنے بیٹے اور دیگر اہل الرأی کے مشورے کے مقابل امن و صلح کی راہ اختیار فرمائیں۔ معاویہؓ کو تواریخ سید عاکر نے کا خیال چھوڑ دیں اور اُس خونریزی کا اقتدار نہ فرمائیں جس سے ملکتِ مسلمہ کو بچانے کے لئے حضرت عثمانؓ نے اپنی جان کی قربانی دی تھی۔

حضرت حسنؓ بہت مدبر تھے۔ مدبر سے بڑھ کر وہ نیک بخت تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشیں گئی کہ مطابق اپنی مسلمانوں کے دو طریقے کرو یہوں ہی صلح کرنے کا موقع ملاد و معاویہؓ کے حق میں دست برداری دیکھا ہوں نے اکٹھ علم الشان کا رامہ انجام دیا۔ بے لگ انصاف کہتا ہے کہ ان کی صلح پسندی جس شخص کو پسند ہو وہ صرف معاویہؓ ہی سے ایسی صلح پسندی کا آزاد مند ہو بلکہ حضرت علیؓ سے بھی یہی التجاگرے کر آب بھی امن و صلح کا راستہ اختیار فرمائیں۔ حضرت معاویہؓ کی دفاعی جگہ سے بیزاری اور حضرت علیؓ کی اتفاقی شکر کشی کی خصیں دلصہیوں ایسی جاندار اندر دش ہے جس کا سماں تخصیص پرستی کے سوا کمی اصول و آئین سے نہیں ملتا۔ آخر معاویہؓ ہی کو تلوار میان میں کرنے کا مشورہ کی لئے جنکہ وہ اپنی عورت اور حقوق کے تحفظ میں تلوار ہٹھنے پر بھیور ہوتے ہیں اور حضرت علیؓ کو تلوار کھدیتے کا مشورہ کس لئے نہیں جب کہ وہ اپنے کسی بے ہوتے حق کے دفاع کی خاطر نہیں، بلکہ تمام عاملین عثمانؓ کو ناکر وہ گناہی کی سزا دینے کے لئے ایک ہولناک خانہ جنگی کا دروازہ کھلایا۔

لہتہ ہیں۔ اب بحث اگر شعیت پرستی سے الاتر پڑ کر سوچ۔ سکتے ہیں تو سوچیں کہ پچھلے تمام آنفیسروں کی یکنہت معزوں ایس شہر پر داؤ گردہ کی دلخواہی اور خواہشات کی تکمیل کے سوا کیا تھی جس نے ظلیفہ شاہزادہ حضرت عثمانؓ کو انتہائی شقاوت کے ساتھ ذبح کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے بارے میں جو ناپاک پروپگنڈہ منصوبہ نہیں

ان کی گورنری پر بھی پہلے ہی وہی میں ٹھوکر رسید کرنی چاہی اور معاویہؓ کو یہ باور کرنے کا موقع فراہم کیا کہ مقتول خلیفہؓ کے خاندان بھر سے اخیں بیڑے ہے۔

شرعیت ہتھی ہے ہر شخص کو اپنے جائز حق کے لئے جدوجہد کرنے کا استحقاق ہے۔ معاویہؓ الگ بیٹھے بٹھائے ہوئے خلافت کر بیٹھے تب نواپ کا انتہا ارض بیاختا، لیکن انہیں تو دعویٰ خلافت اس لئے کرنا پڑا کہ انتہائی محضط اور اشتباہ الگیز حالات میں غلیقہ بننے والے حضرت علیؓ ان سے گورنری بھی چھن لینا چاہتے تھے حالانکہ یہ گورنری ان ساتھ خلفاء کی عطا کر دہ تھی جو حضرت علیؓ نے فضل نہیں اور اس گورنری کی تیس سالہ سمت میں معاویہؓ نے ملک دہلیت کی نمایاں خدمات انجام دیں کے سوا کوئی اس قصور ہیں کیا تھا جس کی سزا وہ نئے خلیفہ کے ہاتھوں بھیگتے پر آمادہ ہو جاتے۔ گورنری کا منصب ان کا جائز حق تھا۔ ایک خلیفہ انتظامی حوصلہ کے تحت ان کا بتس دار نہ کر سکتا تھا، انہیں کو تباہی پر برداشت بھی جائز ہوتی۔ انہوں نے اگر کوئی جرم کیا تھا تو ان پر فرد جرم بھی عائد کی جا سکتی تھی، لیکن یہ کیا کہ ایک جبل القدر خلیفہ کے خون اور ہڈیوں پر قائم شدہ خلافت اچانگ بائی عقول وجہ کے معاویہؓ کی معزوں کا پردازہ جاری کر دے۔ شرعیت کا وہ کوشاںہ ہے جو اس طرح کے موقع پر یہ آرٹرڈیتا ہو کہ معاویہؓ اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد کرتے اور گورنری کی مندوسری گردہ کے لئے خالی کر دیتے جو عثمانؓ جیسے حقیقت، کریم، رفع المترقبہ، پاکیاز اور داد رسلوںؓ کو انتہائی شقاوت کے ساتھ شہید کر دینے عکے بعد لوسرے خاندان اُمیت سے اپنی جاہی عصیتوں کا خراج وصول کرنا پاہتا ہے۔

(۵) یہاں کوئی شتی بھی اس لائق ہے کہ گہرا خور و فکر کیا جائے۔ حضرت حسن رضی التشریف سے تعلیم پسندی کو آپنے ایک نہذبیدہ و حسن فعل کی حیثیت سے پیش فرماتے ہوئے یہ آرزو کی ہے کہ کاش معاویہؓ بھی اسی نوع کی روشن انتیار کرتے۔ اب عاجز لگدا راش نہ تاہے کہ کما مقامات کے عدل یہ نہیں ہے کہ شیک ایسی ہی آرزو حضرت علیؓ کے لئے بھی کی جائے۔ تاریخ کو اس ہے کہ معاویہؓ کے خلاف

اسنے حقوق کی حیا نہ کئے لئے سینہ پر ہو جائیں۔ حضرت حسنؑ کی صلح پسندی، اہل الرائے کی تلقین، صبر اور شہادت عنانؑ کے خون سے لبر ز فضنا کے پس تنظیر میں جب تھرست علیؑ کے پر تیور سامنے آتے ہیں کہ چاہے بچھوپنی ہو جائے میں معاویہ کو پیچا دکھانا ہے تو یہ اخیار اندر دوسری کا وہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

اگر حرج بہ کام من آید حواب
من وگر ز و میدان افراص ایاب

پھر ایک اور پہلو بھی نظر میں رکھئے۔ دو مشابہ امور میں قیاس اسی وقت درست ہوتا ہے جب فارق موجود نہ ہو ہمارے نزدیک حضرت حسنؑ اور حضرت معاویہؓ کے معاملات میں تعدد فارق موجود ہے۔

حضرت حسنؑ کا حال یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ انہیں نہایت عزتمند اہل طور پر صلح کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ معاویہؓ ان کی پوری عزت کرتے ہوئے دعویٰ صلح دیتے ہیں اور حضرت حسنؑ اپنی شرط پیش کر دیتے ہیں۔ جواب یہ ملتا ہے کہ نہ صرف پیش فرمودہ شرعاً الطائعون بلکہ سادہ کاغذ دستخط کر کے پیش کر دیا جاتا ہے کہ جو چاہے لکھوں تو بچھے منتظر ہے۔ یہ معاویہؓ کی فرمانروائی، حلم تھا، تکریم اہل بیت تھی۔ حضرت حسنؑ کی خودداری بر حرف نہیں آیا ایکھوں نے پوری سزا زاری کے ساتھ اپنی شرط مناتے ہوئے معاویہؓ کے حق میں خلافت سے مسترد اور بیرون اب ذرا اُس صورت حال پر بھی منصفاً نظر سے الیتھے جو معاویہؓ کو پیش آئی۔ کہاں کی پاسداری، یکسی تکریم، کس کی دلخواہی۔ حضرت علیؑ پر برا حکم عزل حاری کرتے ہیں اور دوسرا گورنر بھی روانہ فرما دتے ہیں۔ معاویہؓ کو شرعاً الطاغیون پیش کر دیکھا موقع ترکیباً اس کا موقع بھی نہیں دیا جاتا کہ اُس پر اسرا اور نامعلوم الزام کی صفائی پیش کر سکیں جس کی تحریر میں انکی عزت اور خوشحالی ان سے چھینی جا رہی ہے۔ الفراف یعنی میسا اس صورت حال کو حضرت حسن والی صورت حال پر تھا اس کرنا درست ہرگز۔ حضرت حسنؑ نے صاحب کی روشن اخیار کرتے ہوئے باضابطہ معاہدے کے ذریعہ اپنی جانی والی عافیت کا انتظام

طریق پر کیا گیا تھا اگر اس کے بعض اجزاء کو ایک دو عاملین کے بالے میں درست مان بھی لیں تو اس کا یہ طلب توہین کہ وہ معاویہؓ بھی جنم ہیڑ کا معروول کر دیتے جائیں جو فقط عنانؑ عامل نہ تھے بلکہ دو فاروقی سے منصب عالیہ پر پہنچے آرہے ہے اور ساست دیسیادت کے میدان میں نہایان حیثیت کے ماں اک تھے۔

یہ کہدا تھا کہ خلیفہ کو ہر افسر کے عزل ولصب کا حق حاصل ہے لیگہ الفراف سے جان چڑھنے کی راہ ہے۔ حق نہیں صرف اختیار کہتے۔ اختیار کے جائز اور ناجائز استعمال کا فرق دنیا کے ہر تصویر عدل میں بیانی اہمیت کے ساتھ موجود ہے۔ آئینہ بشیک خلیفہ کو اختیار دیتا ہے کہ انتظامی و سیاسی صفائی کے پیش نظر جسے چاہے افسر بناتے ہے جسے چاہے معزول کرے لیکن وہ یہ بھی تو کہتا ہے کہ سرکاری نلازیں کے پچھے حقوقی ہیں۔ ان کی خدمات کا کوئی صدھی ہے۔ انہیں ایسے غلاموں کی حیثیت نہیں دی جا سکتی جیسیں آقا جب چاہے ٹھوکارے اور جب چاہے سچ پر سلاادے۔ ایک بکری خرید کر ٹھوڑی باندھ لیجئے۔ وہ لکھتے آپ کی حملوں ہو گی۔ آپ لست ذبح کریں، عمدہ چارہ کھلانیں، ٹھوکار کھر کھر دبلا کر دیں۔ صبح و شام ڈنڈا برسائیں، کوئی آپ کا یا تھے نہیں پکڑے گا کیونکہ آپ اس کے مالک ہیں۔ اس سے طائفہ رہیں۔ اس سین میں سڑک کا آپ کو اختیار حاصل ہے۔ لیکن اسلام کا تصویر عدل یہاں بھی آپ سے چاہیے کہ بغیر نہیں رہیے گا۔ وہ کے گاڑک بطاہر آپ مالک، وفتخار ہیں لیکن یہ رحی، حق تلفی، درندھری کا حق آپ کو اللہ نہیں دیا۔ بکری کو وقت پر چارہ نہیں دیں گے، تاہی ایسا پہنچائیں گے تو اللہ کے یہاں آپ کو ظالم مسترا دردید بیا جائے گا اور سڑک ملے گی۔

جب جانوروں نے کے حقوق کا یہ عالم ہے تو کسی دیرینہ خادم ملک و ملت کو عزت و سیادت کے مقام سے گرانے کے اقدام پر تو ہر حال بجا اور بے جا۔ رد اور ناروا۔ عدل اور ظلم کی محبت اُنھیں ہی چاہئے۔ خصوصاً جب عزل معاویہ صرخ طور پر قاتلین عنانؑ کے مقاصد کی تکمیل اور ان کی خواہشات کی پایا جائی یہ کہ ہم معنی ہوتی ہیں اور بھی قتلرین قیاس ہو جاتی ہے کہ معاویہؓ نے حکم سے انکار کر دیں اور حصموں خلافت کے لئے نہیں بلکہ

ان کے طرز عمل کی تو تجھہ نہیں کی جاتی۔ حجابیت کے شرف، گدار کی نفاست اور عظیم صلاحیتوں کے لحاظ سے یقیناً وہ اس سے حق ہیں کہ ان سے حسن نام پر تاجاتے اور انہیں ہر صالحوں میں اس لئے مطعون نہ کیا جائے کہ وہ مرتبے میں حضرت علیؑ سے تمکم ہیں۔ علیؑ پر ہزار مسلم وہ تو عشرہ بشر میں سے تھے۔ ان کی علمت کا کیا ملکا؟ معاویہؑ ان کی بھروسی نہیں کر سکیں گے، لیکن بڑوں سے بھی تو خوب پہنچتی ہے، ہوتی ہے۔ کیوں نہیں ناجاتا کہ بے قصور معاویہؑ کو اچانک معزول کرنے کا اقدام اور اس پر غیرمعمولی اصرار تبدیل کے خلاف تھا، سیاست تو ایک دلذل ہے۔ ایک قدم فلٹ اٹھ جائے گا تو دوسرا قدم آپے آپے آپے بڑھ گا۔ وہ عمل میں لکھتے ہی کیڑے کوئی دلے مگر اس کی ذمہ داری سے خود عمل بالاتر نہیں پور سکتا۔

رمائیزید کو ولیعہد بنی نے کا معاملہ تو اس پر ہم جتنا کچھ تکمیل میں کہہ سکتے ہیں اس سے زیادہ اب کچھ کہنا نہیں۔ ولیعہد بنی نا اصولاً ہمارے نزدیک بھی اسلامی نظام عکیمت سے جوڑ نہیں کھاتا میں جو شخصیں حالات میں حضرت معاویہؑ نے یہ کام کیا تھا وہ بہر حال اسے تھے کہ ان کی رعایت سے حضرت معاویہؑ کے لئے خوشگانی کی تجویش نکلتی ہے۔ یزید کو بدست بدتر مشہور کردیا گیا ہے اس لئے اس بارے میں اذمان عموماً جذباتی لگادڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یزید اتنا بُر اہرگز نہیں تھا جتنا بُر امشہور کیا گیا ہے۔ لہذا طریقہ ولیعہد کو ناپسندیدہ فرار دیتے ہوئے بھی ہم معاویہؑ کی شان میں اپنے گستاخانہ الفاظ نہیں کہہ سکتے جو حجابیت کے مقدس وصف پر تحریط اچھائتے کے مراد ف ہوں۔ یہی سرفہت ہاما شروع ہے ہے۔ ہم نے بھی نہیں کہا کہ ولیعہد بنی نے کا طریقہ اختیار کر کے معاویہؑ نے کوئی قابل تقلید کا نامہ ناجام دیا۔ مگر یہ یہ شرکت کی اور آج بھی کہیں گے کہ اس عمل کے تیچھے معاویہؑ کی بذریتی نہیں حسین نیت کی کار فرمائی تھی۔

یہ بھی لمحوں رہے کہ جب ہم اجتہاد معاویہ کے فلٹ ہونے سے انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب ان کے طریقہ ولیعہد کی تیوب نہیں ہوتا بلکہ مطلب اس روشن سے ہوتا ہے جو اخنوں پر حکم عربی کے مسلسلہ میں اختیار کی۔ ہم آج تک نہیں جان سکتے ہیں کہ معاویہؑ کو بر ما معزول کر دینے میں حضرت علیؑ کا احتدام کیوں نکر

کر لیا تھا۔ مگر معاویہؑ کے لئے تو اس کا کوئی چانس ہی نہ تھا وہ تو دفعہ معتوب ہو چکے تھے اور انہیں ایک ناہل اکام پر اور برعکس ان ملازم کی طرح علیحدہ کیا جا رہا تھا حالانکہ ان کا طویل الٰہ ریکارڈ ایسے داعر دھینوں سے بالکل پاک صاف تھا۔

دوسرے افرق یہ کیمی اظر میں رہتے کہ جب حضرت حسینؑ کے والد محتمل حضرت علیؑ نہیں اور یہ کو شکست دیئے۔ سکے اور حضرت حسینؑ نے دیکھ لیا کہ معاویہؑ کی سیاست و عکیمت کو شکست دینا اسان نہیں تو فدرتاً ان کا راجحاء رائے کی طرف ہو جانا چاہئے تھا بودین اور دنیا دونوں کے حوالے سے بہتر تھی اس کے برخلاف حضرت معاویہؑ کے سامنے کوئی ایسا تجربہ نہیں تھا جو انہیں گورنری چھوڑتے اور تجزیہ ملے۔ کاشا نہیں کارہجان دیتا۔

تیسرا بردست فرق یہ ہے کہ حضرت حسینؑ اور ان کے ہم عصر خوب جانتے تھے کہ اسلامی اسٹیٹ کو کامیابی سے چلانے اور کھنڈ و شرک کے عساکر کو شکست دینے میں معاویہؑ اہم ترین آدمی ہیں۔ اگر حضرت حسینؑ نے معاویہؑ کے حق میں خلافت سے برداری دی تو یہ بہت اچھا کام کیا جس سے ملک دلت کو فائدہ ہی فائدہ ہیچا۔ مگر معاویہؑ نے سامنے ایسی امید افراد میں سورت حال نہیں تھی۔ ذاتی ذاتی نفیمان سے فتح نظریک و ملت کے حق میں بھی اس خطے کا احساس کرنا ان کے لئے بالکل بجا اور قدرتی تھا کہ اگر میں نے ٹھیٹھی ملک نیتے تو حضرت ملیضؑ کے پس پرداہ اُن فتنہ پردازوں کا اقتدار صبوح ہوتا چلا جاتے گا جھوٹوں نے حضرت عثمانؑ کو شہید کیا تھا اور حن کی تواریخ کے زیر ساریہ حضرت علیؑ تھیقہ بنتے تھے۔ ان شریروں کا اقتدار ہوتے چلے جانا ملک و ملت کے لئے زبردست خطرہ تھا ایسا خطرہ جو بنے جسے نظام کی ایسٹیٹ سے ایسٹیٹ بیساکتا تھا اور اُس اسلام کو تنگ سے تنگ دائیے میں محدود کر سکتا تھا جسے دیا کفر میں پھیلانے کے خواب حضرت معاویہؑ دیکھتے ہے تھے اور آخر کار ان خواجوں کی تھیقی عملی تعبیر بھی اخنوں نے دنیا کے آسے بیش کی۔

اگر معاویہؑ صرف بدگانی ہی بدگانی سے مستحق نہیں بلکہ حسن ملن کا بھی ان کے حق میں کوئی جواز ہے تو آخر ان کے اخراج کو ایک ہی۔ صرف ایک ہی عین پہنچے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے۔ وہ معنی ہو سراسر مذہم اور بھیانک ہیں۔ دوسرا ممکن زادیوں سے کیوں

برحق تھا۔

ساخت کچھ عرض کرنا بجا نہ ہوگا۔

مکتوب نگارنے ان کی تقریر کے تعلق سے اپنی سوال اٹھایا تھا کہ آخر حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی بیعت کیوں ضروری تھی؟

جواب میں مولانا نے رقم فرمایا ہے:-

”آپے جو سوالات چھپتے ہیں ان کا فضل جواب دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک طویل مضمون کھوں جس کے لئے ہمیرے پاس وقت نہیں اور خصوص رجاب دوں تو وہ آپ کو مطمئن کرنے میں اس سے زیادہ ناکام بوجھا جائی اس تقریر کی روپریت ناکام ہوئی ہے۔“

اس کے بعد انھوں نے تھمراج کو کچھ سپرد قلم کیا ہے اس سے قطع نظر کرو وہ بھائے خود بخش طلب ہے لئے تو ان کو توں صحیح ان لینے کے باوجود یہاں بالکل حل نہیں ہوتا کہ معاویہؓ کو مغزد کرنے کے اقدام اور اس پر شاید اصرار میں حضرت علیؓ کی بھائی برحق تھے؟

”اماً ابو الصنف“ جسے مخاطب فیقہی کی رائے بھی ایسی تھی کہ حضرت علیؓ کی حقیقی لڑائیاں بھی مختلف گرد ہوں سے ہریں ان میں حق حضرت علیؓ کی کے ساخت تھا۔“

اولاً یہ دعویٰ مضبوط شہزادوں کا محتاج ہے کہ امام الوحیدۃؓ کی ”واقعة“ یعنی رائے تھی۔ ہماراً مطالعہ محدود اور علم ناقص ہے۔ انہیں حکومت کے مقام پر کن وادیوں کے ذریعہ امام صاحب حجت کی یہ رائے نقل ہوئی ہے۔ اگر مولانا ناشاندھی فرمائیں تو ہم بھی روشی خالی کر سکیں گے۔

ثانیاً یہ مسئلہ فقة کا مستلزم نہیں ہے۔ امام عظیمؓ کی بنیظیر خوبیوں کا اعتراف کرنے والے ہر شخص کے لئے ضروری تو ہم نہیں کہ تامہمؓ مسائل میں ان کے خالی دراستے کو حرف آخريانے۔ اگر حقیقتاً وہ حضرت علیؓ کو برسر حق اور حضرت معاویہؓ کو غلطی پر تصور فرمائے ہے ہم تو ضرور ان کے ذہن رسانے عزیز معاویہؓ کی صحت و معدلت کا کوئی برہن

(۶) یہ چھپی شش دضاحت طلب ہے۔ بالکل سمجھیں نہیں آیا کہ حضرت حسینؓ نے یہ پرسکے خلاف نہ اٹھتے تو دورِ خلافت را شدہ کس کو نے میں جا چھتنا اور یہوں لئے مثالی بیشیت میں پیش کرنا ملک ہوتا۔ یہ بھی ہی خیال ہے کہ حضرت حسینؓ کا سکوت خلافت را شدہ پر طی طالد دیتا۔

ناہتر کا خراں ہے کہ اس چھپی شش میں آپ اسی شاعری کے ہودی میں بھی ہیں جو کہ ماکے مخصوصہ بر صدیوں سے عام استے اس طرح کی طرح طراز میں قدمت سے ہو رہی ہیں گریج و حشد اور اہل ٹھوس خلقان کی ہے جن کرام اور سخن طرازی کی نہیں۔ مزیداً بات یہ ہے کہ فارسی کے اس ہلکا شعروہ آپے اقبال سے نہیں تحریر ہے بلکہ عام طور پر حضرت معین الدین جشتیؓ سے منسوب ہے حالانکہ وہ ارشسطوہ معین الدین کا شافعی کا ہے۔ تخلی میں اپنے تفصیل کو عرض کر جکھا ہوں۔ اگر وہ اقبال یا ارشسطو کا بھی ہو تو اس سے حقائق سر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر حضرت حسینؓ نے یہ ملک بیعت آسی لئے نہیں کی تھی کہ بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ستم کر لینا ہے تو پھر اسنا جاہنے کے وہ سیکڑوں صحابہؓ نے تھے تھراہ ہی تھے جوں نے یہ بھی بیعت کی اور علم بفادت ملند نہیں کیا۔ وغورہ بالدہ مدن شور و انسنا

مولانا مودودی کے انتہادات

گذشتہ حجم میں مولانا مودودی نے اسی موضوع پر ایک تقریر کی تھی جسے ہم نے رسائل میں پڑھا تھا۔ لکھنے ہی حضرات نے ہمیں لکھا کہ اس تقریر پر رائے نہیں کریں لیکن ہم نے نہیں کی۔ اس لئے نہیں کی کہ اپنے موقف کے سلسلہ میں جتنا ہمیں کہنا تھا ہے پچے۔ اب کیا ضروری ہے کہ پر اپر رد و قدر حکم تھے ہی جائیں۔

مگر تازہ تر جان القرآن (ریاست ستمبر ۱۹۷۴ء) میں ایک خط کے جواب میں مولانا نے جو کچھ رقم فرمایا ہے اس پر اب ک

مفہوم میں بنا دلت نہ سمجھا جائے جس کی رو سے باغی کا ٹھکانا چشم فستار پاتا ہے۔ یہ تاویں بارہ نہیں ہے بلکہ ایسی ہی تاویں ہے جسی حضرت حسینؑ کے معاملے میں کی جاتی ہے۔ حضرت حسینؑ کے طریقہ عمل کو خود صحاپت تروج سے تعبیر کیا۔ لیکن ہم اسے بغور مفہوم میں لیکر حضرت حسینؑ کو جنتی سمجھتے ہیں۔ اصطلاحی اعتبار سے خروج کا مرکب سول استاد کا افسرمان ہے کیونکہ آپ نے اس کی مانع فرمائی ہے مگر حضرت حسینؑ کو نامنے جان کا فرمان قرار دے کر تھی عذاب ملتی کی جبارت ہم نہیں کر سکتے۔

مولانا مودودی نے فرمایا ہے کہ اپنی سنت بالاتفاق حضرت علیؓ کو خلیفہ راشد مانتے ہیں جب کہ امیر معاویہؓ کو کسی قابل ذکر عالم نے خلفتے راشدین میں شامل نہیں کیا۔

ٹھیک ہے۔ مجدد احمد عباسی بھی حضرت علیؓ کے خلیفہ راشد ہونے سے انکار نہیں کرتے اور یہ لقب چونکہ ایک اصطلاحی لقب ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اسے چار خلفاء کے نئے مدد دکر دیا جائے۔ لیکن خلیفہ راشد اور ”بُنیٰ“ ہم مخفف نہیں ہیں کہ جسے خلیفہ راشد قرار دیں اسے مخصوص عن الخطاب یعنی ضرور مانیں۔ حضرت علیؓ تا آخری خلیفہ راشد تھے اصولاً تو ہے تینوں خلفاء میں سے بھی کوئی یہ بوزیشن نہیں رکھتا کہ اسکے کسی فکر و عمل کو صرف اس دلیل سے برحق مانتے پر جبور ہونا پڑے کہ وہ خلیفہ راشد تھا۔ معيار حق صرف اللہ اور رسولؐ ہیں۔ ان کے ماسوا ہر فرد سے غلطی ہو سکتی ہے۔ حضرت علیؓ کے اجتہاد کو بھی برخط امان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے خلیفہ راشد ہونے میں شک کیا جا رہا ہے۔ ہاں یہ فسرق بہر حال ایک اٹکن تاریخی حقیقت ہے کہ خلافت علیؓ پر بعض آئینی پہلوؤں سے اتنی کامل نہیں تھی جتنا چلی تینوں خلافتیں تھیں۔ اس فرق کا ذکر اکثر متفق میں و متأخرین نے کیا ہے اور شاہ ولی اللہ کے یہاں تو اس کا نامیاں تذکرہ ملتا ہے۔

مولانا مودودی نے یہ بھی نہ سایا کہ تمام فقہاءِ الحدیث اپنی کتابوں میں خلفائے اربعہ کے فصیلوں کے نظاموں سے استدلال کرتے ہیں مگر بنی امیہ میں سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے

تو یہ ڈھونڈنے کا ٹھکانا ہے جگہ۔ ہماری نگاہ میں چونکہ یہ اقدام عزل ہی اس بحث کا اصل خور ہے اس لئے جتنا ہم امام عظیمؑ کا تلاش فرمودہ بہتر معلوم نہ ہے جائے کیونکہ اس فصلے تک رسالیؑ ہو سکتی ہے جس تک امام صاحب پہنچے ہیں۔ امام صاحب کی کسی راستے پر رد و تصحیح ہماری مجال نہیں ہے مگر اس خیں ہیں امام موصومؑ ہی نہیں مانتا ہے کہ ہر حال میں سمعنا و اطعنا کی روشن اختیار کریں۔

حضرت معاویہؓ کے فاطکار ہونے کے ثبوت میں مولانا مودودی نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی شہادت والی روایت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے اور اسی کی رو سے یہ وضاحت کی ہے کہ گروہ معاویہ کے بااغی ہونے پر اپنی سنت کا جامع ہو گیا تھا۔ ہمارا اماجیز خیال یہ ہے کہ تذکرہ روایت اس درجے کی نہیں ہے کہ اس کی صحبت میں کلام جائز نہ ہے۔ انکا روایت کو سہم ترک اسلام ہی کی ایک سکل سمجھتے ہیں اور جس روایت کا انساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ طور پر ہو جائے اس سے گروہ اخراج کرنا ہمارے نزدیک کھرے لیکن جن روایات کا معنوی تعلق حضرت علیؓ و معاویہؓ کی ذات سے ہوان کی قبولیت میں تھیں سلف نے بھی انتہائی احتیاط کی تلقین کی ہے اور یہ بھی اسی احتیاط کے قائل ہیں۔ یہ روایت اس درجہ تو یہی نہیں ہے کہ اس کی شہادت پر معاویہؓ اور بہت سے دیگر جلیل القدر صاحبو پر کوبد تین معنوں میں بااغی قرار دے دیا جائے۔

ایک اور پسلو بھی قابل خور ہے۔ ایک خلیفہ راشد کا بااغی اگر کامیاب ہو کر خلافت پر ٹکن ہو جائے تو اس کی حکومت کو جائز حکومت نہیں ناملا جائے گا۔ مگر یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ اسی بااغی کے حق میں دست برداری دیدیتے ہیں اور وہ سرے صاحب بھی بیعت سے اخراج نہیں کرتے تو وہی تو چھیر لٹکن ہیں۔ یا تو رب اصحاب دین اور اصول اسلام سے بے بہرہ تھے۔ یا پھر بہرہ رکھتے ہوئے بھی قصر امیر تکب گناہ تھے۔ ہمیں یہ دونوں توجیہیں قبول نہیں اہم آخری صورت یہی رہ جاتی ہے کہ معاویہؓ کے طریقہ عمل کو بغور معنوں میں بغاوت مان لیا جائے مگر اس اصطلاحی

مولانا مودودی نے اس سوال کے جواب کو بھی ایک مفصل پختگوں لکھنے کی فرستہت میر آنے پر ملتوي کر دیا ہے مگر منحصر ایک ضرور کہا ہے کہ:-

”اگر ان حضرات کا نقطہ نظر اختیار کر دیا جائے

(رجوا قدام حسین کو داشمنانہ قرار نہیں قیمتی تجلی) تو مسلمانوں کی حکومت ایک دفعہ گفتگو جانے کے بعد پھر اس کی اصلاح کے لئے کچھ نہیں کیا جاسکتا پھر تو اسے پرنسپل کی ہر تدبیر گناہ قرار پائے گی اور بھروسے ہوئے حاکموں کی اطاعت میں سر جھکا دینا صواب بن جائے گا۔ یزید کی خلافت بھی برحق پرتو آج کے ظالم دجالوگ کیا گرے ہیں انکے خلاف کبھی شور مجاتیے۔“

اس سے واضح ہوا کہ حضرت حسین کے بالے میں قبل عالم مسلمانوں سے اتفاق مولانا مودودی نے حضن رولج اور فرش کے طور پر نہیں کیا ہے بلکہ ان کے پیش نظر ایک ادی迦 مقصود مدعایہ ہے۔ یہی توقع ان جیسے مرد حق آگاہ سے ہوتی بھی چاہئے، لیکن چھوٹا مامنح طبی بات تھا تو ہم عرض کریں گے کہ مولانا موصوف نے اس معاملہ کو زیادہ غمیں اور دقیق رس نظر وں سے نہیں دیکھا ہے۔

اولاً تو یہ کہ اخنوں نے یزید کو اتنا ہی براہم کر لیا ہے جتنا وہ مشہور ہے۔ حالانکہ جن لوگوں کے نقطہ نظر پاھین عرض ہے وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ یزید سچ جو اتنا ہی براہم تھا۔ ان کے پاس دلائل بھی ہیں اور دلائل میں بعض استئن قوی دلکم ہیں کہ اپنی کسی متصارب دلیل سے نہیں توڑا جا سکتا۔ آخر اس کی کیا تاویں کریں گے کہ راویان حدیث میں تقدیساً دسوڑاویں کاتان ”یزید“ رہا ہے جو شکر جن رادیاں حدیث کو شیعوں نے

اپنایا ان میں بھی سو سے اوپر ”یزید“ موجود ہیں۔ غور کی جائے کہ اگر یزید اتنی ہی رسوائی شہرت کا حامل ہوتا ”جنی یا روگوں نے آج اس کے نامہ اعمال میں لکھا ہیے تو کیسے ممکن تھا کہ ملکت سلمہ دھڑکا دھڑکا اپنی اولادوں کا نام یزید پر رکھتی چلی جاتی۔ یہ برملا نام رکھنا ہی ایک ناقابل تردید تاریخی شہادت ہے اس

فیصلوں سے حکماً اخنوں نے اور کسی کے فیصلوں کا حوالہ ہمیشائی میں نہیں دیا ہے۔

تیسین ان لوگوں کے لئے تو فیصلانہ ہے سکتی ہے جو حضرت علیؑ کے فہم و ذکا، علم و بصیرت، تفقہ اور دینی تحریر کے باشیں غنیب یا بذریغ میں ہیں۔ تیسین اس باب میں کوئی شبہ اور سورہ طن نہیں۔ حضرت علیؑ کی ذات و ذکا و انتہا، قوت فیصلہ، باعث نظری اور تفقہ کا وافر سرایہ ہمارے لئے باعث خر ہے کہ گفتگو جس خاص معاملے میں ہے اس پر اس فضل و توفیق کا کوئی فیصلہ کن اثر نہیں پڑتا۔ حضرت علیؑ کی ایک اہم ترین وجہ تھے۔ نہ ہر تو تقوقی میں بھی وہ امیر معاویہ سے کہیں بڑھ کر تھے۔ پھر وہ تینوں بھلی خلافتوں میں خلاف کے ہم نوالہ دہم سالہ بھی رہے۔ ان کے مشوروں سے خلاف اور خلق اور فکر و نظر سے اخنوں نے فائدہ اٹھایا۔ ان کے کاندھوں پر سادات دخلاء کا بار نہیں تھا اس نے انھیں اپنی صلاحیتوں پر عالم مسائل و معاملات کی تکمیل کشائی میں صرف کرنے کا خوب خوب موقع ملا۔ اس کے برخلاف امیر معاویہ کے حالات بالکل اور میں ان کا ماحول بھی جدا ہے۔ ان کے غلر و تدبیر کا انہاںک ایسے سیاسی و انتظامی امور میں رہا جن کا تعلق ترقی جنریات سے نہ ہونے کے برابر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فیقاہ کے بیان ان کا ذکر بیان نہیں ملتا۔ لیکن اس کا یہ طلب ہر کوئی نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہاں تکی جو دعا امیر معاویہ کے لئے تھی وہ بیکار ہی تھی۔ جملوں اللہ کے فضل سے اوپر درج کے فقہہ تھے اور فقاہت میں بھی کسی کوشک ہو توہر حال ایسے کسی جرم دکھا د کا سراغ ان کی فر عمل میں ہرگز نہیں ملتا جو حضرت علیؑ پر لئے ان کی معزولی کو برحق قرار دیدے

سائل نے مولانا مودودی سے یہ بھی پوچھا ہے کہ حضرت حسینؓ کو جملہ صحابہؓ نے کو فوجانے کو منع کیا تھا لیکن آپ نہیں رکے۔ تو کیا ایک معظوم حکومت کے مقام پر میں جیت کر ہلکت کے سوا کچھ نظر نہ آتا ہو مقابله کے لئے تکلیف ہٹانا داشمن رانہ اقتدا ہے؟ کیا اسلام یہی تعلیم دیتا ہے؟

ہر ہی حکومتوں کی اصلاح خودان کے نزدیک بھی صرفاً وات میں تھوڑے نہیں ہے بلکہ صحیح طریقہ اصلاح ان کی نگاہ میں امن اور آئین کے دائرے میں رہ کر جدوجہد کرنا ہے۔ یہ شہادت اتنی ضبط اور ترویاز ہے کہ جب بھی کوئی شخص عقیدتوں کی پسچالی سے باہر نکل کر نکر فتنہ کرے گا مانے بغیر رہتے گا کہ، حضرت حسینؑ کے اقدام سے جماعتی و ثمرات محسوب کئے جاتے ہیں وہ در اصل نکتہ بعد الموعود ہیں۔ حقیقت یہ نہیں ہے کہ اقدام حسین میں وہ فوائد موجود تھے جو آخر مشترک گئے جاتے ہیں اور یہ اقدام ظہور میں نہ آتا تو نتائج وہ نکلتے جاؤں جنکے حامل ہے ہیں۔ ہماری نظر میں اقدام حسین ظہور میں نہ آتا تاہم بھی بگڑی ہوئی مسلمان حکومتوں کی اصلاح کا ہر وہ راستہ ھٹلاہی رہتا جو آخر کھلا پڑا ہے۔ یہ حضن زیر دستی ہے کہ تنہایا خروج و بغاوت ہی کا نام اصطلاح رکھدی یا جاتے اور اقدام حسین کو اجتہادی غلطی قرار دینے کا لازمی مطلب یہ نکلا جاتے کہ اصلاح کا کارروائی بالکل بند ہوا جاتا ہے۔ اس زیر دستی کی نزاں تمام حدیثوں پر پڑتی ہے جن میں معروف کی حد تک بگڑتے ہوئے حاکموں کی بھی اطاعت ہی کا درس۔ بلکہ حکم دیا گیا ہے۔

شانتی کا اجتہاد حسین کو بھی برخط انسانی صورت میں تو بھی انک اور منہوم نتائج نکلنے میں لوگ بڑی دور دور کی کوڑی یا لاتے ہیں، لیکن اس اجتہاد کو برحق ملنے سے جو واضح نتائج ابھرتے ہیں ان پر کوئی توجہ نہیں گرتے۔ ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ مشورت کی کوئی قیمت باتی نہیں رہ جاتی، بلکہ مکمل خود رائی کی نمائید ہوئی ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ کہ صد اصحابہ کے فکر و نظر کے بارے میں بڑی رائے قائم کرنی پڑتی ہے اور بعد الشداب عصرِ حبیب جلیل القدر صحابی بھی نکر و عمل کے فاسد سے خیر ملوث نہیں رہ پاتے۔ تیسرا نتیجہ یہ کہ ان تمام حدیثوں کو بارہ تاویلات کی خواہ پر چڑھانا پڑتا ہے جن میں مسلمان حکومت قائمہ کے خلاف خروج و بغاوت کو جرم قرار دیا گیا ہے چاہے وہ حکومت ظالم و فاسق ہی کوئی نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بغاوت کی مخالفت اس صورت میں ہے جب کہ حکومت کے بال مقابل کافی قوت اور

امریکی کو نہ کس سادہ تصویر میں نایا ک رنگوں گلکاری بعد میں کی کجی ہے اور اس گلکاری سے خصوصی دلچسپی شیعہ حضرات کو اس لئے ہوئی کہ اس کے توسط سے حضرت معاویہؓ کی آمد و خاک میں ملائی تھی۔ معاویہؓ حضرت علیؓ کے حریف تھے اس لئے انکی ہر کمک تغییب و تحریر شیعہ آئیڈیا لوجی کی حادث ہے اور تبدیلی سے سی حضرات بھی اسی فاسد و کاسد آئیڈیا لوجی کے پھر میں آگئے ہیں۔

شانیا یہ کہ حضرت حسینؑ کے اقدام کو اجتہادی غلطی کہنے کا لازمی مطلب یہ ہے گز نہیں نکلتا کہ بگڑی ہوئی مسلمان حکومتوں کی اصلاح کا راستہ بند ہو جائے۔ اگر تیجہ نکلنے میں لطیف پہلووں کو نظر انداز کر دیا رہا ہو تو پھر ان تمام حدیثوں سے بھی جن میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان ملکوں کے خلاف خروج و بغاوت مرد کر و جب تک ان سے کفر و باحظ ظاہر نہ ہو یہ مطلب نکانا آسان ہو گا لآخر ہے۔ بگڑی ہوئی مسلمان حکومتوں کی اصلاح کا راستہ روک دیا ہے۔ آخرور تک یعنی اطاعت امیر کی حدیثوں پر وہ اعتراض آخسر کیوں وارد نہیں ہوتا جو حضرت حسینؑ کے اجتہاد کو غلط سمجھنے والوں پر وارد کیا گیا ہے جو

تمہم سمجھتے ہیں کہ جن اصلاحی تراپر کا اشارہ مولانا نے کیا ہے وہ صرف تحریج و بغاوت ہی میں تھوڑے نہیں ہیں بلکہ یہ زیر احمد کو اعم علیٰ بھی بہت براہمزا تاب بھی اس کا تختہ اُنٹ کر اپنی خلافت قائم کرنے کی جادو جہد کے علاوہ بھی اصلاح کی تدبیر میں مکن تھیں۔ تنہایا حصول خلافت کی کوشش کے عرصہ حضرت حسینؑ کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ اپنے بھی علی و عقاب سے شورہ کر کے اور صحابہؓ کا تعادن لیکر برائیوں کی پُر امن اصلاح کرے۔ آخر مولانا مودودی کو بھی تو پرانا ایسی حکومتوں سے واسطہ پیش آ رہا ہے جو اسلام دستی میں زیر احمد کی استاد، مغرب نوازی میں زیر احمد کی چیز اور نفاق و زندگتے میں زیر احمد سے دس بار آگے ہیں، بلکہ نہیں دیکھا گیا کہ مولانا نے بغاوت کی راہ احتیار کی ہے۔ اس کی بجائے وہ پُر امن اور آئینی جادو جہد میں تھے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بگڑی

بالکل فلسط اور ناجائز ہے اور اگر جائز بھی ہے تو تب بھی اس کا شرعاً نیت اور فقہ میں کیا مقام ہے اور اسلام اس کی کہانی جائز دیتا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اور بھی بہت سے سوالات کئے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ نہ اس کو میرا کہو نہ بھلا۔ یعنی بالکل خیر جانبدار اذن اس کی تزیارت کرو۔

کیا یہ آثار مبارک خلافتے را شدین کے زمانے میں ہوتا تو
پیش تھا اور کیا محابرہ کر ام رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین اسکی تنظیم نہیں کرتے تھے اگر یہ لوگ اس کی تنظیم نہ کرتے تھے تو یہ ہم لوگوں تک کس طرح آپنی؟ کیا کوئی تی ایجاد تو نہیں؟ اسی سلسلہ میں حضور صلم و حضرت خوث پاکؐ کے موئے مبارک میں کیا فرق ہے؟ ہر سال ان موئے مبارکوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اس کی تیزی کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب:

صلیم ہوتا ہے آنحضرت مکمل کے قدیم قاری نہیں ہیں ورنہ کچھ عرصہ ہے۔ بال مبارکؐ کے موضوع پر ہم تفصیل لفظ کو کرچکے ہیں۔ اگر ”تحلی کی طاک“ کتابی صورت میں شائع ہو جکی ہو تو ہم آپ سے عرض کر دیتے کہ اس میں یہ گفتگو ملاحظہ فرمائیں، مگر ابھی تک ایسا نہیں ہو رکا ہے اور پہلے نہیں پڑھتے کہنا اداست کے لئے دشوار ہے اس لئے جواب عرض کیا جاتا ہے۔

نفس آثارہ اور شیطان کی باہمی مفاہمت اور شاذش نے نہ ہے کہ آپ جو نوع برخ افات و لغایات سماں میں عام کر دی ہیں یہ ”موئے مبارک“ کا تاثرا بھی انھی میں سے ایک ہے یہ توبعد کی بحث ہے کہ مساجد کو اس تماشے کا اتیج بنانا اصلال ہے یا حرام۔ مقدم تو یہی دیکھنا ہے کہ اس حلیل کی حقیقت کیا ہے۔ ہم عقلی واقعی ہر اتفاق سے خود و فکر کرنے کے بعد بلا اصرہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج پونے چودہ سو برس لگز جانے کے بعد کسی ”بال“ کے باسے میں یہ یقین کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے کروہ تھی مترجم صدور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بال ہے۔ یقین تو کمالان غالب کا بھی تریز نہیں۔ کمال غالب تو کمال الٹا یہ باور کرنے کے قرآن موجود ہیں کہ یہ آتساب غرض من گھٹ رکھتے ہے اور موئے مبارک کا تاثرا ایسا ہی تماشا ہے

و سائل ہمیں ہوں۔ اگر کامیابی کے امکانات پچاس فیصد سے زائد ہوں تو ظالم و فاسق حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا بھی ہر حق ہے۔ اس شریعے سے بھی اقدام حسین کی حقاً نہیں نکلتی۔ کیونکہ مادّی اعتبار سے دس فیصد بھی امکان انکی کامیابی کا نتھا۔ اور اگر تھا تو صرف اس صورت میں کہ اہل کوفہ ہادروں کی طرح ان کا ساتھ دیتے۔ لیکن جب اہل کو نہ کی مدد اور بدیعہدی کا پورا پورا اکشاف ہو جکا تو اس کے بعد کوئی سوال ہی حضرت عین کی کامیابی کا پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر کیوں نہ کھرون گو برقی مانا جاستا ہے۔ ہمارے خالے مطابق تو وہ خرون سے دست برداری دے چکے تھے اور اسی لئے ان کی شہادت ہر ہم لوٹنے ظلمانہ رہی، لیکن جو حضرات اس دست برداری تسلیم نہیں کرتے بلکہ خرون ہی کو عین حق قرار دیتے چلے جاتے ہیں اور ”سرداد نہ داد دست در دست نیزید“ کو تحریر کے ساتھ دہراستہ ہیں وہ خورکریں کہ احادیث متعلقہ کی توجیہ کیا کی جائے گی۔

آثار مبارک!

سوال: - از احمد بن عوض جہدی - ح در آباد - دکن -
یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو موئے مبارک کی ماہیج الاولیں زیارت کی جاتی ہے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اسی سلسلے میں جو نکل آثار مبارک کا ادب ہمارے مکانوں میں نہیں ہو سکتا اسی لئے اس کو صاحبوں رکھا جاتا ہے اوساں میں ایک مرتبہ اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ ہمارے لحاظ سے آثار مبارک کی جتنی بھی تنظیم کی جائے وہ کم ہے۔ چنانچہ زیارت کے وقت اس مبارک چیزوں پر احتیاط کا حتماً ہے اور لوگ ایں پر سے پانی وار کر پہنچتے ہیں۔ اسی روز ایک صنعت نے کہا کہ رہ جو تنظیم کی جا رہی ہے یہ ناجائز ہے۔ مساجد جو صرف اللہ کی تنظیم کا مقام ہے اور جس میں صرف اللہ ہی کی عبادت ہوئی ہے وہاں بریے تنظیم کسے؟ چنانچہ اس آثار مبارک کے رکھنے کی جگہ پرمایک کپڑا باندھا گیا ہے اس پر وہ کہنے لگے کہ اس کو نوڈ باندھ دیوں بنادیا گیا ہے اور اس کی جو تنظیم کی جاتی ہے وہ

احترام کا احساس نہ کرے، لیکن ہر شے کے لئے اسلام نے کچھ خود دعینے کئے ہیں۔ عقیدت ہو یا فالرت ہر ایک کچھ مانے کچھ معیار ہیں۔ حضورؐ کسی بال یا ناخن یا مرعومہ شخص قدم کی زیارت کے لئے دن مقرر کر کے جمع لکھنا اور مجلسیں سجانا ایسا غلط طریقہ ہے جسے تو صاحبہ تعالیٰ نہیں امکہ اور محاذین نے پس کیا نہ اسلام کی نفیات اس کی اجازت دیتی ہے مسلمان کو حکم دیا گیا کہ عملی سرگرمیوں پر زور دے۔ حکم اور ایسکی تو انیسوں کو عبادت و اطاعت خدروت ملت اور دین و ملت کے فلبور و ارتقاء کی غیر منقطع جدوجہد میں لگاتے رہتے۔ صدایوں پر ہر دشمن اسلام نے مسلمانوں کے عملی و اکی معلم کرنے اور تمدن خیال کی دنیا میں سرگردان پھرانے کی خاطر تقدیر، امکان کذب، رویت باری جیسے دراز کار مسائل کھڑتے کئے تھے وہ زمانہ غسلہ اور علم کلام کا تھا اس لئے ایسے ہی دماغ سوز مسائل دانہ دوام کا کام دے سکتے تھے۔ اب علم و تعلیم مسلمان عوام سے رخصت ہوا اور جل دلو ہم نے طبیرہ ڈال دیا ہے ادا اخپیں شیطان ان کی صلاحیت اور نفیات کے مطابق دوسری قسم کی فضولیات و محفوظات میں پھنسا رہا ہے تاکہ وہ اصل اسلام سے بے تعقل ہی رہیں اور ان کی روحانی پیاس خوشنما سراں سے دھوکہ کھاتی رہے۔ یہ قبوری شریعت کے عاصم خیثیہ۔ یہ وال بازی، یہ عرس، یہ اولیاء کی تکریم کے نام پر شرک و زندقة کا زور، یہ حیات النبی اور علم غیب وغیرہ کی بھیں، یہ موئے مبارک اور قدم شریف کی تقریبیں۔ یہ سب خرافات و لغویات اسی لئے توہیں کو اسلام کی وہ بنیادی قدریں، وہ اہم اصول و احکام اور وہ انقلاب انگریز سرگرمیاں موت کی نیند سوئی رہیں جو شرک و نند قدر کے لئے پیغام مرگ اور شیطان کے لئے درۃ فاروقی ثابت ہو سکتی ہیں۔

بات بھی پوچھی۔ مگر جس بنیادی حقیقت کو ذہنیں کر رہے ہیں وہ اسی لائق ہے کہ نعمیں بدل نہ کیا جاتے۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اور ائمہ و فقیہ امامہم اللہ تعالیٰ کی زندگیوں کا مطالعہ کر کے آنکھیں حاصل کیجیے کہ کشم کے مشاصل تھے جنہیں نہیں کہ اہمیت دی اور کس نوع کے انکار و اعمال تھے جن سے وہ کتنا وکش

جیا کہ بعض لوگوں نے نشانات قدم ایجاد کر لئے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی شے کی نسبت کرتا بڑی ذمہ داری کی بات ہے اور تو یہ دلائل اس کے لئے بہت ضروری ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جھوٹ بولتے ہیں اور جیز مسوب کرے گا اس کا ہلاکا ہجھم ہے۔ یہ دعیہ جہاں حضورؐ کے ارشادات کے باب میں حرم و احتاط کا سبق دیتی ہے وہیں یہ ہر قسم کے انسار کے متعلق تنبیہ کرتی ہے جو لوگ کسی "بال" کو حضورؐ کا بال بتا کر غرض و تکریم کا درامہ انتخیج کرتے ہیں ان سے ذرا پچھہ کر تو دیکھ کر آخر یہ نا درکش اسی پر کیوں نکر ہوا کہ بال حضورؐ کا بال ہے۔ تم تینیں کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی اس دعوے کی صداقت پر تisperے درجے کی شہادت بھی چھیاہیں کر سکتا۔ حالانکہ حضورؐ کی ذات سے کسی شے کو منسوب کرنے کے لئے اول درجے کی شہادت ہوئی چاہیے۔ گئی گزری حالت میں دوسراے درجے کی شہادت کا کچھ اعتبار پوچھتا ہے، مگر تisperے درجے کی شہادت سے تو ارباب احتیاط دور بھلتے ہیں۔ اور جہاں تisperے کیا کہی بھی درجے کی شہادت موجود ہو بلکہ حضور عوام کی کم بھی ضعیف الاعتقادی اور عجیب نہیں۔ سے فائدہ اٹھا کر ایک ڈھونگت چالیا گیا ہو ہو ہاں کسی ہوشیں اور خدا تریں مسلمان کے لئے سوچا اسغفار پڑھنے کے لیکا چارہ رہ جاتا ہے۔

یہ تو تھا اسی دعوے کے رویں کہ فلاں باز حضور کا اور فلاں غوث یاک کا ہے۔ اب اگر چند لمحے کے لئے یہ ترضی بھی کر لیں کہ یہ انتساب درست ہے قبھی وہ طریقہ بدعت کے سوکھا ہے جو تنظیم و تکریم کے نام پر ایجاد کر لیا گیا ہے۔ حضورؐ کا باطن خالدین ولی خدا کے پاس بھی تھا۔ انہوں نے اسے برکت حاصل کر فتنی کی نیت سے اپنی طوی اور عملی وغیرہ میں رکھا۔ یہ ہرگز نہیں کیا کہ دن مقرر کر کے اس کی نمائش میں جمع لکھیں تے کسی اور مسلمان نے ان سے مطالیہ کیا اور اس بال کی زیارت اور ان کو بھجن کرایا کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال ہر یا ناخن۔ یہ مانگ کر تھوک بھی تینا مبارک اور مبتکر ہے۔ کافر ہے ہو چکا۔ شخص پر حضورؐ سے منصب کسی شے کے لئے تقدیس و

"غوث" حقیقی معنی میں سواتے خدا کے کوئی نہیں اور الگ مجاز اُسی کسی کے لئے اس کا استعمال ہر بھی تو اس کے ساتھ "اُپکار" لگانا وہی ہلک ذہنیت ہے جس نے ترقی پاک حضرت شیخ کو اللہ کا بیٹا بنا چھوڑا۔ غوث پاک یعنی چہ؟ پاک سید ہے سادھے معنوں میں تو ہر دھلہ ہوا کا پڑا بھی ہوتا ہے اور ساری نزیں ہی اللہ کے نفل سے پاک ہے۔ مگر حضرت جیلانیؒ کے ساتھ "اُپکار" کا لفظ اُس مجرمانہ ذہن کی ایجاد ہے جو اللہ کے لئے مستعمل لفظ سمجھان کو عیاری کے ساتھ بن دوں کے ساتھ جوڑ دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پنی تمذیبیہ اور پاکی بیان فرمائی۔ یہ دھیز ختنی جس میں انیما ارتکشیک نہیں، لیکن شیطان کے بھرتے میں اُنے ہرستے فلوپن دوں نے ذرا سا لفظی پھر دیکھا سے بھی حضرت جیلانیؒ کے ساتھ تھی کر دیا۔ یہ بات اگر نہیں ہے تو پھر سوچیے کہ "غوث پاک" کیا مفہوم رکھتا ہے؟ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے موئے مبارک تک بات تھی اب غوث پاک کے موئے مبارک بھی پیدا کر لئے گئے۔ ہائے یہ گم کر دہ راہ ملت جس کی سُخ شدہ توجیہ سے مشرک بھی شر ملتے ہیں۔ نصرانی الگ حضرت شیخ کو خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہو گئے تو سمجھیں نہیں تا کہ وہ لوگ عند اللہ موسیٰ کیسے ہو سکتے ہیں جو کسی انسان کو خدا کا بیٹا تو کیا عین خدا بنتے بیٹھے ہیں اور ان کی تادیلات بُت پرستوں کی اُن تادیلات سے بھی زیادہ کمی لزمری ہیں جنہیں عقل سلیم ایک لمحے کو قبول نہیں کرتی۔ الہم حفظنا الہم حفظنا۔

سیدنا نازید بن حارثہ

مسئول: ازاں - احمد - اتاو۔

مسئل عنوان: "کیا ہم مسلمان ہیں" کے تحت ستمبر ۱۹۷۴ء کے تجھی میں سبلسلہ عشقِ رسولؐ سیدنا نازید بن حارثہؓ کا جواب افسوس لکھا ہے یہی واقعہ روزنا "دعوتِ دہلی" مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۴ء نے بھی "ذکر و فکر" میں سیاں کیا ہے۔ گنجی ہے کہ مشرق و غرب کا بیان کر دہ واقعہ تجھی کے تحریر کر دہ واقعہ نہ کوئی۔ حدائقت الہیں رکھتا۔ انھوں نے عیاسیٰ پیشوں کا لٹک کا بیتا یا اور قریٰ علانی کا سبب عیاسیٰ اور مسلمانوں کی شکح جیکہ "جلیٰ ہیں" نے قضاۓ کے قبیلے سے تعلن و نیز خونخوار اور اکو جو بنی قین سے تھے کی بو طار

بہم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھا مسلمان وہ ہے جو لا یعنی حیزوں کو ترک کر دے۔ گناہ کا ارتکاب تو بہر حال مسلمان کے شایان شان ہے ہی نہیں مگر وہ انکار و اعمال بھی مسلمان کے شایان شان ہیں ہیں جو گناہ نہ ہوتے ہوئے بھی لا یعنی اور بے فائدہ ہوں پھر بھلا وہ مشاغل اور معتقدات مسلمان کو کیا زیب دے سکتے ہیں جو اس کی تو انائیوں اور صاحبو حیتوں کو صلی کام سے بٹا کر ایسے کاموں کے رُخ پر موڑ دیں جن کا تیجہ جگہ ہنسائی، پس ماندگی، زوال اور مغلوبیت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

بال مبارک کی روشنی اور تکریم کا ہمگام بطاہ ہر بڑی خوبصورت اور مقدوس شے معلوم ہوتا ہے مگر اصل ایسا اخی مشاغل میں سے ایک ہے جنہیں شیطان نے دام ہنڑا زمیں کے طور پر پھیایا ہے۔ یہ بجاتے خود کیسا ہی حصہ معلوم اور بے صرف معلوم ہوں مگر اخراجات کے اختبار سے یہ ان غذاوں میں سے ایک ہے جو لا یعنی امور میں انہاک کے وچان اور سنت کی عملی پیری وی سے فراز کی ذہنیت کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ جو شخص فتح پا ہو پہنچ جمع لگانے والے بازیگر کے تماشے میں دیکھی لیتا ہے وہ صرف اتنا ہی اقصان نہیں کرتا کہ اپنی زندگی کے چند ثقیلی تھے بہر باد کر دیتا ہے بلکہ وقت کی نافدری اور لا یعنی مشاغل میں دیکھی لیتے کے جو عکانے اور ضرور جانات اس کے اندر پائے جاتے ہیں انھیں تقویت اور اشودتا دینے والے مزید حرام بھی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ یعنی تفت کے اہم کاموں سے غفلت برداشت کر بے اہمیت اور فاضل کاموں میں وقت گزارتے ہیں وہ گویا ایک تخریبی قل کے مرکب ہیں اور ان کی ہر ہصہ و قیمت خود انھیں اور ان کے مقلدین کو دین کے مطابق یہ مشاغل دراصل سے بعدتر کرنے کا ذریعہ تھی ہے۔

حال اس طول سیانی کا ہے کہ آشنا مبارک کا قصہ یہ تھا اس طول سیانی کا ہے کہ آشنا مبارک کا قصہ یہ تھا کہ اس کا مامن و مسکن مساجد کو بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہی وہی زمانہ ہے جس میں فتنے خودرو گھاں کی طرح اُنگتے ہیں اور ہم جیسے ٹوٹنے والوں کی آوازیں تھا صداص بھر ثابت ہوتی ہیں۔

یہ بات اور سُن لیجئے کہ حضرت شاہ عبدالقدار جیلانیؒ کا لقب غوث پاک بھی مبالغہ پسندی ہی لوگوں کا ایجاد کردہ ہے۔

ہمایہ سامنے ہے۔ اس میں نریید بن حارثہ کا نسبت نامہ بھی ہے جو ابن عمران بن الحاف بن قضاہ تک پہنچا ہے۔ ان کی والدہ سعدی بنت تعلیہ بیوی عبداًها ہوئی معن طاری کے خاندان سے تھیں۔ زمانہ تجاہیت میں وہ انہیں سماحت لے کر آپے خاندان سے ملنے جا رہی تھیں کہ میں قین بن جعو کے پیرواروں نے ڈاکوؤں کی حیثیت سے تاخت کی اور نریید کو پکڑ لے گئے راجح روایت یہی ہے کہ ان کا نیلام بازار عکاظ میں ہوا۔ حیا کاشمش صاحبِ الْحَلَبَہِ کو گرا ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم بن حرام نے انہیں یا زار جا شہ سے خریدا تھا۔ انہوں نے انہیں اپنی بھوپی خدا یجھے ہی کے لئے خریدا تھا۔ حضرت خدا کو نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ کر دیا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حضور ﷺ غلطت بتوت سے سرفراز نہیں ہوتے تھے۔ زید اُس وقت آٹھ سال کے تھے۔

دعوت کے مضمون میں جو تقریر نریید بن حارثہ سے کرانی لگتی ہے وہ بھی مضمون نگار کی طبع زادہ ہے۔ تاریخ میں منقول مکالمہ وہی ہے جو شخص صاحبِ سپر قلم فرمایا۔ شخص کی تھوڑی صیحت یہ ہے کہ وہ اپنے منفرد طرز تحریر سے دلوں کو منزوں گداز سے لبریز کرتے ہیں، آنکھوں کو آنسو اور درد خ کو سرشاری سے دیتے ہیں، لیکن جذبات کی رو میں تاریخی حقائق میں تحریف و تغیر نہیں کرتے۔ مذاہب بھی یہی ہے کہ اسلوب اور انشاء کے روکھ کھاؤ میں تاریخی صداقت کا چہرہ نہ بگیرنے پائے۔

عقل بھی وہ روایت درست ہیں جو دعوت کے مضمون میں یہیں کی گئی ہے۔ اسلام اور عیسیٰ یت کے معروکہ کا کیا سوال ہے۔ جب کہ اس وقت صطلو اسلام تھا ہی نہیں۔ خدا جانتے یہ بات کہاں سے نقل کی گئی ہے کہ نریید اسلام اور عیسیٰ یت کے معروکہ میں ہاتھ آتے۔ اگر کسی طرح یہ بھی فرض کر لیں کہ اعلان رسالت کے بعد زید حضور تک پہنچ ہیں تو بھی اس وقت تک مسلمانوں اور عیسیٰ یتوں میں جگٹ کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے جب کہ مسلمان تھیں کا کوئی قابل ذکر گروہ تھا ہی نہیں۔ نہ تھی کی روایت کے مطابق یہ نریید ہی تو سب سے پہلے مسلمان ہیں لیکن جن حضرات نے یہ ترتیب بیان کی ہے کہ پہلے حضرت

میں ان کا سلسلہ ہاما در نیلام سے حکیم بن حرام کا بھی بھجوپی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا ثابت ہے۔ برائے کرم پو ایسی ڈاک رج صورت حال سے مطلع فرمائیں۔

الْجَوَابُ :

ذکر کیا ہے مسلمان ہیں ”کہ متقل فوج پھر ہمارے برادری خود جناشی میں تو پہلے لکھتے ہیں اور اولیٰ بھی تھا کہ آپ کے سوال کا جواب دیجی دیتے۔ لیکن ان کا قیام مدحہ عالیہ کی تدریس کے سلسلے میں رام بورہ تھا ہے۔ لہذا اصر و ری نہیں معلوم ہوا کہ آپ کا خطط انہیں ہی تھا جکر جواب لینے کا لمبا راستہ اختیار کیا جاتے بلکہ ہم ہی جواب عرض کئے دیتے ہیں۔ اخبارِ دعوت میں ذکر و فکر کے تحت جو کھوش شائع ہوتا ہے وہ عموماً دوسرے اخبارات و رسائل سے نقل کیا جاتا ہے اور محل ارباب دعوت یہ برائے ہیں کہ مضمون بگار اور مأخذ کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ مشاذ ہی ایسا ہوا ہے کہ انہوں نے مأخذ للحدیثے کی سعادت کی ہے۔ ہم اے خیال میں انکا اور بعض دوسرے اخبارات و رسائل کا یہ وظیہ اخلاقی اختیار سے قابل نہیں ہے کہ نقل توجہاں سے جو چاہے بلا تکلف کر لیں مگر اس معاملہ کو گوں ہی رکھیں کہ نقل ہے یا خدادارے کا کائنات ہے۔ یہ بڑی خراب ذہنیت ہے جس کی اصلاح ہر فی چاہیئے۔

خبر یہ تجملہ ہے معرضہ تھا۔ کہنا یہ ہے کہ متذکرہ ”ذکر و فکر“ میں جن نریید کا تذکرہ ہے وہ بلاشبہ وہی ہیں جو شخص نہیں نویسنے اپنے مضمون میں لیا ہے، لیکن ذکر و فکر میں ان کا نام بھی غلط شائع ہوا ہے۔ صحیح نام نریید بن حارثہ ہے بن حارثہ نہیں۔ نریید نامی تقریباً ساٹھ صحابی ہے میں ان میں مرف ایک کا نام زید بن حارثہ ہے جو الفصاری بدربی تھے۔ ان ایک کے باسے میں بھی مورخین میں اختلاف ہے کہ صحیح نام نریید ہی تھا یا بیزید تھا۔ اگر نریید ہی مان لیا جائے تو بھی یہ طبق ہے کہ وہ اُن نریید بن حارثہ سے جداً شخصیت ہیں جن کا تذکرہ دعوت اور عجلی میں آیا ہے۔

وقاعات وہی درست معلوم ہوتے ہیں جو شمس نویس نے سپرد قلم کئے ہیں۔ صحابہ کے تعارف کی مشہور کتاب بہل الفتا

اور جب وہ غروب ہوتا ہے اس وقت بھی یہ یاد تازہ رہتی ہے۔ اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو بھی اس کی یاد اچھاتی ہے۔ اس کے لئے میرا حزن و طالب بہت بڑھ گیا ہے۔ اب میں اسی عمر میں اپنی زندگی بستاؤں گا اور میرے خیالات اسی پار کے گرد مسلسل طواف کرتے رہیں گے الیہ کہ اونٹ ہی تھک جائے رکھ کا طوافِ اسلام سے قبل بھی کیا جاتا تھا اور اس میں لوگ اونٹ کی سواری استعمال کرتے تھے۔ شاعر کاشٹا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں بنے نکان طواف کعبہ کے جاؤ گا۔ ہاں وہ اونٹ ہی تھک کر بیٹھ جائے تو الگ بات ہے جس پر بھکر طواف کیا جا رہا ہے، یہاں تک کہ موت مجھے آئے اور موت تو بھی کوئی آئی ہے، یہ الگ بات ہے کہ تمباں میں انسان کو دھوکا دیتی اور خود فربی میں بنتلار کھنی ہیں۔ میں قبیل و عمر دلوں کو زید کی نلاش کی وصیت کر کے جاؤں گا اور زید و جبل کو بھی وصیت کروں گا میرے سب تریکے بھائی تھے)

پھر جب قیامِ کلب کے پچھا آدمیِ حج کے لئے آئے تو انہوں نے زید کو بیجان لیا اور زید نے بھی اپنیں بیجان لیا۔ اس وقت زید نے چت شعر اخیں منانے کے یہ میری طرف سے میرے گھروں کو پہنچا دیا۔ وہ شعر یہ ہے:-
 احن الی قومی وان کنت نامیا
 فانی قعیداً البتت عند المشاعر
 نکفوا من الوجد النبی قد شحالم
 وکا تعلمون في الارض نصل لاما عمر
 فانی بحمد اللہ فی خیر اس تو
 کسماً معداً کابراً بعداً حابر
 ترجمہ:-

میں اگرچہ پھر کر دوڑ پڑا ہوں مگر اپنی قوم کیلئے بہت روتا ہوں۔ ویسے میرا قیام اس وقت ایک پیلسٹر میں ہے جو کبھی کہ نہ زد کیسے۔ میں آپ لوگ میری جدائی کے اس عمر کو حص نہ آپ کو قبول باارٹھا ہے تھہ کر کے رکھا۔ حکمت اور اونٹ کی طرح تکلیف میں نہ پڑتی۔ اللہ کا شکر ہے قید ہو کر میں ایک

خدیجہ نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے پھر حضرت زید بن حارث نے۔ ان کے اقبار سے بھی مسلمانوں اور عیاذیوں کے سرگرمی بات خالیج از بحث رہتی ہے۔

جواب لورا ہوا۔ قارئین کی ضیافت کے لئے ہم وہ اشعار بھی نقل کرتے ہیں جو باپ بیٹوں سے اسد الغابہ میں نسب ہیں۔

نماید کے والد نے ان کی جدائی میں یہ شعر کہے تھے:-

بیکت علیٰ نَهَيْدُ وَ لَمْ أَسْهَدْ فَعَلَ
 اَتَىٰ يَرْجِي اَمْرَانِي دُونَهُ الاجْلَ
 فَوَاللهِ مَا اَدْهَرَی وَ اَنْ كَنْتُ سَائِلَةً
 اَخْمَالَكَ سَهْلَ الْوَرْهَنَ مَغَالِكَ الْجَلَ
 فِي الْأَلْيَاتِ شَعْرِي هَلْ لَكَ الدَّهْرَ حَرْجَةٌ
 تَحْسِبِي مِنَ الدُّنْيَا رَجُوكَ لِي عَلَىٰ
 تذکُرِي فِي الشَّمْسِ عَنْدَ طَلَوعِهَا
 وَ لِعِرَاضِ ذَكْرِي اَذَا قَارَبَ الطَّفْلِ

وَ اَنْ هَبَتِ الْأَرْدَاحَ هِيجَنْ ذَكْرَهُ
 فِي اطْلَوْنِ مَاهِنَنِ عَلِيهِ دِيَا وَ جَلَ
 سَاعِدَنِ نَعِيشَ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا
 دَلَّ اَسَأَمَ التَّطْوِيَانَ اَوْ تَسَأَمَ الْأَبَلَ
 حِيَا تِي اَرْتَانِي عَلَىٰ اَمْنِيَّتِي
 وَ كُلَّ مَرْئِي فَانْ دَانَ غَرَّهُ الْوَلِ
 سَادَهُنِي بِهِ قَيْسَاءً وَ عَمَّا اَكَلَهُمَا
 دَوَاهُنِي يَزِيدَا اَثَمَ مِنْ بَعْدَهُ جَلِ

ترجمہ:-
 میں زید کے لئے رورہا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کرنے کیا ہوا۔ آیا وہ زندہ ہے کہ اس کی بازیافت کی امید کی جائے کیا ہوا۔ خدا کی قسم میں نے الگ پیلسٹس کیا مگر مجھے معلوم نہ ہو رکا کر بیٹھے زمین نکل گئی یا انسی پہاڑنے چلتے کر لیا۔ کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ تو ایک نہ ایک دن ضرور کو ٹھنکا۔ تیر سے ٹوٹنے کی امید ہی میرا ذل بہنے کے لئے کافی ہوتی۔ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید کی یاد دلاتا ہے

کی یہ کوئی نصیحت ہے کہ حس جریدے یا کتاب سے بلا تکلفت اور بلا ایڈن و معاونہ کوئی بھی چیز نقل کری جاتی ہے اسے لئے سے
ٹکلر کے قابل بھی ہمیں سمجھا جاتا کہ اس کا نام ہی لے دی جاتے۔
ہم نے تو جب بھی کہیں سے کچھ نقل کیا ہے ہمایاں طور پر اسکا نام کہ
کر رہی ہے۔ داعیان یا حق بری کے حریدے اگر اخلاقی اس ابجر
کو فرماؤش کر دیں گے تو اور کسی کی تنکات کس منحصرے کی جا
سکے گی۔ ہم تمام اخلاق دوستوں سے گزارش کریں گے کہ جب
بھی وہ کسی جریدے کی اس حرکت پر اگاہ ہوں، اسکے زیر دار
کو فہاش اور تنبیہ کرنا نہ ہوں۔ یہ بہت بُری بات ہے
کہ نقل تکھٹ سے کری جانے مکر مقول عنہ کامام تو کلم
پر لانے ہیں جیا آئے۔ جیا ایک جرم بھی ہو سکتی ہے اگر
وہ اخلاق کی مشتملہ قدروں ہے اخراج پر بھی ہو۔

ہمایت مہر زادہ اور عمارہ گھرانے میں پیچ گیا ہوں جہاں بزرگی د
عقلت نسل ابعادیں حلی آرہی ہے۔ (معذ کے گھرانے سے
مدعاو ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ ہے)

یہ طور قلم سے نکل چکی تھیں کہ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۶ء کا دعوت
زیر مطابع آیا۔ لیکن اس میں شمس صاحب کا بھی شہر پارہ
”عشق رسول“ کے عنوان سے نقل کر دیا گیا ہے۔ غیبت یہ
ہے کہ شمس صاحب کا نام حذف نہیں کیا گیا، لیکن وہ بخوبی
جلد موجود ہے جس کا تکوہ ہم نے شروع میں کیا۔ یعنی ماخذ کا نام
نہارہ۔ الشادارہ دعوت کو اور اس جیسے دوسرے اداروں کو
نیک توفیق دے کے ماخذ کے ذکر سے شرعاً چھوڑ دیں۔ الشادار
نہدوں کا شکر دنوں مامور بہیں معلوم نہیں تقویٰ اور غلطان

اسلامی امتحانات کے مقاصد

- الہامی ہدایات انسانوں تک پہنچانا۔ کتاب الہی اور حکمت و دانش کی تعلیم۔ تزکیۃ اخلاق اور تعمیر
کردار۔
- اسلام کو ایک عالمگیر قوت بنانا۔ زمانے کی تعمیر کا مضبوط عزم لئے آپ کا جوشیلا خون اگر آگے بڑھنا
چاہتا ہے تو پھر ملک بھیں اسلامی امتحانات کے مرکز کا جال پھیلانے کیلئے عظیم اور نظم جدوجہد کیجئے۔
تو اعدوں نہاب مفت طلب فرمائیے۔

عبد الرزاق سکریٹری۔ اسلامی امتحانات۔ اچھا در رجھو پال)



حرّات حق گوی او جہنمی صحافت کا ترجیحان

جو پندرہ سال سے پابندی وقت کے ساتھ
قومی اور ملی فرالض انجام دے رہا ہے

چندہ سالاں پھر پڑی

تعادوں کا مقید دار ہفت روزہ بیساکھ شہار پور (یو پی) نوئے کے لئے ۱۳ نئے پیے کے تکم مزدی

چند ادبی کتب اپنے

جانے چاہئے اور جو جھینکتی نہیں جانتا

معروف غیر معروف شعراء کے تختیر عالات اور
معنوی شعر۔ حرمتہ الفرا صابری۔ چار روپے۔

نبض دوران مشہور شاعر خاک الفرا صابری
کا مجموعہ کلام۔ سارٹھتین روپے۔

آتشِ حکم جلگر اد آبادی کا وہ مجموعہ کلام
کا انعام دیا۔ پانچ روپے۔

کلیاتِ جگر جگر صاحب کے منظر کلام کا

نقشِ حکمت مزار تکار شاعر حمیت پھوندوی
کا مجموعہ کلام۔ تین روپے

شریعین

از یوسف سلیم چشتی۔

شرح بانگ درا
واروپے

از یوسف شلیم چشتی۔

شرح بال جبریل
واروپے

بیان غالب شرح دیوان غالب
از آغا محمد باقر چھروپے بارہ آنے

مکتبہ تحملی بستہ
دیوان

اردو میں معاشر غالباً کے شہرہ آفاق خطوط جن کے
بطال اور سے لوگ آج بھی اُردو لکھنا

سیکھتے ہیں۔ دل آویز۔ تیکھے، روان، ذہانت کے مظہر۔
جن اتفاق سے طبع مختباتی کے چھاپے ہوتے چھے

شخ فراہم ہو گئے ہیں۔ شاائقین جلد فائدہ اٹھائیں۔
ہر دو حصہ مکمل پانچ روپے (مجلد چھ روپے)

آزادی کا ادب اکتوبر نام کی جارحانہ تحریک کتب

ہے۔ مرتبہ گوپاہنل۔ تین روپے۔

غبار خاطر اولانا ابوالظام آزاد کے مشہور

کلیاتِ اقبال انتخاب پانچ روپے
ڈاکٹر اقبال کا اردد اور

ارمنان ججاز فارسی کلام۔
سارٹھتین روپے

شاہنہامہ سلام (جدید) مدیر تخلی جناب
شری کارنامہ۔ وصالی پیغمبر اور اس کے بعد

کیا ہوا کیسے ہوا؟ مجلد تین روپے
مشہور مزار تکار پر قبیر

مضامین شید رشید احمد صدیقی کے
دھچپ مضامین کا مجموعہ۔ سارٹھتین روپے

لگتنی مجموعہ کلام جناب محبور سعیدی۔
دور پے

تصانیف لائنا مودودی

مولانا امین الحسن رحی

۱	۱۷	حقیقت توحید	۲۵	دعاۃ اسلامی میں خوشن کا حصہ
۰	۴۹	حقیقت تقوی	۵	سرای باری، اشتراکتہ اسلام

مولانا ابواللیث

۵۶	۵	جماعتِ اسلامی کا مقصد	۵	اسلام اور ضبطِ ولادت
۰	۳	اور اس کا طریقہ کار	۶	تفہیماتِ حصہ اول
۵۰	۳	بھارت کی تعمیر اور سرم	۱۲	تفہیماتِ حصہ دوم

مولانا صدیق الدین رحی

۵	۱	چ کیا ہے؟	۱	فرضیہ اقامتِ دین
۵	۱	قدوں کا عروج و زوال	۵۰	حقیقتِ نفاق

افضل حسین ایم لئے وحید الدین خاں

۵۰	۱	حقیقت کی تلاش	۱۸	اخلاقی کہانیاں بھل دی جو شخص
۵۰	۱	کیا ہندوستان ترقی کر رہا ہے؟	۳۳	عام معلومات حصہ اول
۲۴	۱	ایک انسان ایک نظام	۳۳	دوم
۲۲	۱	نئے بھارت میں اسلامی	۸۰	سوم
۲۲	۱	نظام کی دعوت	۳۶	چہارم
۳۲	۱	نئے عہدے کے دروازے پر	۵۰	پنجم
۳۲	۱	ہندوستان کی منزل سو شلیزم	۵۰	پیارے رسول
۳۲	۱	یا اسلام	۳۳	بخاری کتاب قافیہ
۲۲	۱	معاش کا مسئلہ تم کیوں ہٹا	۳۳	بخاری کتاب - حصہ دوں عکسی
۲۲	۱	اسلام ایک علم جدوجہد	۴۷	دوم

مکتبہ بخلی دیوبند (یو۔ پی)

۱	۱	نام کتاب	۲۵	مسلم خواتین سے اسلام کے طالبات
۰	۰	اسلام کا نظامِ حیات	۵	تفہیماتِ حصہ اول
۰	۰	رسالہ دینیات	۱	تفہیماتِ حصہ دوم
۰	۰	جماعتِ اسلامی کی دعوت	۲۵	تفہیم القرآن اول محدث ہمیں دوم
۰	۰	نشانِ راہ	۳۲	رسائل فسائل حصہ اول
۰	۰	حقیقتِ ایمان	۵۰	پردہ
۰	۰	قرآن اور سپیسیت	۳۵	ترجمان القرآن کا منصب سالمند
۰	۰	اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر	۳۱	حدیث اور سرمان
۰	۰	حقیقتِ اسلام	۲۶	حریت
۰	۰	حقیقتِ صوم و صلوٰۃ	۴۰	حیثیتِ زکوٰۃ
۰	۰	حقیقتِ حج	۳۲	حقیقتِ حج
۰	۰	شہادتِ حق	۳۱	شہادتِ حق
۰	۰	دہوتِ اسلامی	۱۳	ایک اہم استھان
۰	۰	بیہادِ النبی	۱۹	قرآن فہمی کے بنیادی اصول
۰	۰	جبر و نکد	۱۹	اسلامی جہاد اپریلیک تحقیقی نظر
۰	۰	اسلام کا نظریہ سیاسی	۱۵	مرعیت کی رات
۰	۰	قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	۲۶	اسلام کا نظریہ سیاسی
۰	۰	زندگی بعدِ موت	۱۲	زندگی بعدِ موت
۰	۰	اسلام اور جاہلیت	۳۲	اسلام اور جاہلیت
۰	۰	مرتوں کی سزا اسلامی قانون میں	۵۵	مرتوں کی سزا اسلامی قانون میں
۰	۰	لہاس کا مستہ	۱۹	لہاس کا مستہ
۰	۰	اندک کا معاشری مستہ اور	۳۲	اندک کا معاشری مستہ اور
۰	۰	اس کا اسلامی حل	۳۲	اس کا اسلامی حل

مستقل عنوان

از ملائے ابن القتبی

مسجد سے ہمیٹھا نہ ملک

میں نے ان سے کہا تھا۔

”مشیٰ جی اپنے بڑھاپے پر حجم کھائیے میں بہت اوت پلٹنگ آدمی ہوں۔“

ان کا ہاتھ بے اختیار اپنی دارالحیٰ پر یہ چا تھا جس کے دس فی صدی یا یال سفید ہونے سے رہ گئے ہیں۔ پھر وہ غرق ہئے تھے ”بڑھاپا تو ابھی دربے ملا صاحب۔ مگر آپ خفا کس بات پر ہو رہے ہیں؟“

”آپ کبھی رادت پور گئے ہیں؟“

”جی رادت پور...؟“ وہ چکراتے تھے۔

”ہاں رادت پور صلح کا نیو“

”جی نہیں...؟“

”میں وہیں پیدا ہوا تھا۔ جب آپ دیاں گئے ہیں نہیں تو آپ کو میری پیدائش کا وقت کیسے معلوم ہوا...؟“ ”ہی، ہی، ہی“ وہ پھر ڈپ سے ہنسے پھر لوٹھلا کر کہنے لگے ”جی ہاں جی نہیں تو...؟“

”خیر آپ جائیے۔ آپ کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے میں اتنا اور بتا دوں کہ میری پیدائش ٹھیک اس وقت ہوئی جب چل اٹھا رہے دے رہی تھی۔ آپ نے اپنی زبان کو لگام نہ دی تو خسارے میں رہیں گے۔“

اس نہایائش کے بعد کچھ دنوں تو انہوں نے سعادتمندی اختیار کی گئی بزرگوں نے جو کہا ہے کہ جو رجروی سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے۔ پھر دیکھنے کو من شروع ہو گئے۔ ایک دن تو انہوں نے غصیب ہی کیا۔ ایڈیٹر تھی کبھی مجھے بلوانے۔ کبھی اپنی بہن سے کچھ کہلوانے اپنیں میرے بہاں بھیو ریا کرتے تھے

بڑی ذمہ داری اس کی مشتمی شہید الزیاد پر تھی۔ انہوں نے روئی صورت بتا کر ایڈیٹر تھی کہ مشورہ دیا تھا کہ پتے کھے کا کام الگ کچھ روز اور ملا صاحب کے سپرد رہا تو خریدو میں بغاوت پھیل جائے گی۔ مناسب ہو گا اگر آپ اختیں میرا باخہ پٹائے پر مامور کر دیں۔

یہ کہتے ہوئے انہوں نے کتابیوں سے بہری طرف دیکھا بھی تھا۔ یہ کتابیاں خدا کی پناہ۔ ان میں طنز بھی تھا اتنقاص کی پیاس بھی اور تحریکی۔

وہ اک نگر جو بیظاہر نگاہ سے کم تھی کے بتائیں گے اس اک نگر میں کیا کیا تھا

یہ بھی ظاہر ہے کہ عاجز کے نام کے ساتھ ”صاحب“ لکھتے ہوئے ان کے حق میں کڑواہٹ ضرور گھلی ہو گی۔ صاحب کس چڑیا کا نام ہے اگر ان کا بیس چلے تو مجھے زندہ دفن کر دیں ان کی رائے میرے بارے میں بہت ہی بڑی ہے۔ میرے اور ایڈیٹر تھلی کے پیچھے وہ جس انداز میں قاروی کا ذکر خیر کرتے ہیں اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

”یہ بلا دوپہر کی پیدائش ہے۔ کسی دن بلوہ کراکے رہے گا۔“ ”یہ بلا خدا جانے کیا بلایا ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کو نسی کل سی رہی۔“

”یہ بلا تھلی کا بیڑہ غرق گئے بغیر نہیں مانے گا۔ اسکی اونٹ میں سیدھی تحریروں سے خریدا رہت تھا ہیں۔“

”یہ بلا سارے استاذ کو پھری پھنجوئے گا۔ درگاہ چمنے شاہ کے حجاج اس سے مارڈ لئے کی فکر ہیں ہیں۔“ ایسی رادیاں سنتے سنتے میرے کان پک گئے تو ایک دن

”اب جانے بھی دیجئے۔ کسی بیکیں کو اے بینیادگر یا لائونیلا۔“
جب میں غصے میں ہوا کروں تو شرمت پڑھا کر دیجئے۔
کہتا ہوں منشی ان کا خالی آجا تا ہے درد.....“
”ہاں ہاں درد نہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ مگر یہ خالی کی جائے
مشیان کب سے کہنے لگا؟“

”جب سے طبیعت چاہی نہیں کیا؟“
”اکے واہ منشی بھی کاغذ محبہ رکار دے گے۔ چلو انار لو مگر
انھیں کچھ مرد کہنا۔“

”کیے نہیں کہوں گا۔ فرض کر لو نہیں ان کی کذب بیان
کا یقین آ جاتا تو.....“
”نہ کیا ہوتا۔ میں رو دھوکہ لکھوں کا میں کھل صاف کر لیتی
بس۔“

ملاں کی ملین پالیسی ہمیشہ میںے رخصے کا مستیانا اس
کر دیتی ہے۔ اس وقت بھی سارا ناؤ بنا شے کی طرح بیٹھ گیا۔
مگر اگلے روز یہ بہر حال مناسب معلوم ہوا کہ منشی بھی سے دودوایں
ضرور کروں۔ عصر پڑھ کر ان کے گھر بچا گر معلوم ہوا کہ موجود نہیں
ہیں۔ لوٹنے رکھا تو مشیان کو اڑکی اوٹ سے بولیں۔

”اے بے بیٹا بھاگے کہاں جاتے ہو چلتے پی کے جانا۔“
مشیان مجھ سے پرداہ ضرور کرنی ہیں مگر یہ کافی قسم کا ہر
یعنی بر لئے بیت۔

”نہیں خالہ جان۔ منشی بھی کا دل کمزور ہے جب الخیر معلوم
ہو گا کہ ملاں کی چانے پی گیا ہے تو تمکن ہے کہ ہارت فیل کر جائیں۔“
”لیکہ کہا اطربیل۔ نیگل چانے کے ساتھ اطربیل کون کھا ہوئے
استغفار اللہ۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ خالہ اونچا سنتی ہیں
اب میں نے حلچ پھاٹ کر کھا۔“

”اطربیل نہیں خالہ جان ہارت فیل۔ دل کی حرکت ہیں۔“
”الشکی مار۔ چائے سے نصیب دشمنان دل کی
حرکت کیوں بند ہونے لگی۔“

”تزوڈ باللہ۔ میں بڑی پا پھر زور سے کہا۔“ میں بڑی پا لٹھا
خالہ جان کر آپ نے الگ بھی چائے پیا دی تو منشی بھی بہت رنجی ہے
ہوں گے وہ آجھل بیری جان کے دشمن ہو رہے ہیں۔“

ایک دن میں گھر پر نہیں تھا کہ وہ تشریف لاتے۔ اور جائے
اس کے کچھے غیر حاضر پا کر اٹے پیروں لوث جاتے۔ ملاں کے
کان بھرے کا آرٹ شروع کر دیا۔ یا توں یا توں میں وہ ملاں
کو یہ باور کرائے کی کوشش کر رہے تھے کہ ملائی کل درگاہ
مرمرے شاہ کی کسی مجاورہ سے میلگیں بڑھا رہا ہے۔ سید
حیثیت تھا۔ حقیقت اس کی اس سے زیادہ کچھ نہیں تھی کہ
درگاہ مرمرے شاہ کے سجادے جناب خواجہ سلسلیں صاحب
تے اپنی صاحب سلامت تھیں کھاڑا آنا جانا بھی بوجا تھا
ہمارا بہنس طفیل کی کیا کی بخشی جی نے کبھی مجھے وہاں دیکھ لیا
ہو گا۔ لیں اسی بنتیار پروہنیل کا بیل بنانے کی سعی جبیل فرمایا
رہے تھے۔

اب یہ ان کی قسمتی کر ملاں مجھے ان سے زیادہ جانتی
ہے۔ اس نے پہلے تو بڑے المدیناں سے ہواب دیا۔
”احی منشی بھی ان کی بھعلی چلائی۔ آپ ان کا فکر چھوٹی ہے“
مگر بھولے بھاڑے منشی بھی بکھر بھی اپنی کوشش سے باز
نہیں آئے تو ملاں بھتنا گئی اور شعلہ پار لیجھیں بولی۔
”اپنی کھلی میں رہنے منشی بھی۔ وہ کچھ بھی کرتے پھرستے ہیں
آپ سے مطلب۔ جائیے اپنا کام کیجیے۔“

اس پر ظاہر ہے منشی بھی منہہ لٹکائے لوٹ گئے ہوں گے
مگر جب ملاں نے مجھے یہ رد و دستائی تو مارے غصے کے میسا
بیجا پنکھہ لگا۔

”چھوڑئے بھی“ ملاں نے اہمیت گھٹانے کی سعی کی ”وہ
بچارے سی بھڑادی ہیں۔“

”آدمی نہیں بے دال کا بودم کہو۔ ایسے آدمی کا دفتر تجلی
میں رہتا بھی خطرناک ہے۔“

”خداحش اکیجے“ ملاں نے جلدی سے کہا ”اب کیا آپ
ان کے پیٹ پر لات ماریں گے۔“

”آدمی خود اپنا کلاناٹ لے تو اسے قتل نہیں خود کشی کہتے
ہیں۔“ میں نے تاؤ اور مطق میں توازن پیا کرتے ہوئے کہا
”انھیں سمجھا چکا ہوں کر ایسی عادت خبیث سے باز آجائیں مگر وہ
نہیں مانتے تو نتائج کی ذمہ داری بھی اُنھی کے سر ہوگی۔“

”کون سائیں دو لہا۔“ خالہ اچھ کر پولیں اور اصل میں آواز کی مطلوب بلن ری قائم نہیں رکھے سکا تھا۔

”رئیسِ الدولہ“ میں نے بلند آواز میں دہرا�ا۔

”ہاں ہاں۔ اس ڈیورٹھی میں تو آگرے سے کوئی آکے بسا ہے۔“

”بس اسی گھر نے میں ایک جوان بیوہ کا نام ہے مشتری خاتم۔ کچھ دن ہوئے اس کے سینے پر ایک بھروسہ انکا تھا۔ بہت علاج کئے فائدہ نہیں ہوا۔ کسی نے منشی جی کا بھی ذکر کر دیا کہ یہی اچھی جھماڑ پھونک کرتے ہیں۔ بس یہ بلا کھیجے گئے۔ قمرت کی خوبی ان کی جھماڑ پھونک سے وہ بالکل اپنی ہو گئی اور جھبھی سے ان کی وہاں آر جا رہے۔“

”اگر لگے اسی دن کے لئے یہ جھماڑ پھونک بھی تھی تیرے میا نے سس پر بیٹھا آگے تو بتا۔“

”آگے اتنا ہی ہے کہ ان کا زیادہ آنا جانا مشتری خاتم کے خسر کو پسند نہیں ہے۔ انہوں نے متوجہ کیا مگر خود مشتری خاتم رو رو کے آنکھیں بحال تھیں ہے جب تو نہیں جانتے۔ وہ خسر سے الگ یا الگ ان پر رہتی ہے جس کا ایک زینہ باہر سے ہے۔ دن میں تو منشی جی کسی کسی دفت جاتے ہیں مگر عشاء سے کچھ پہلے

روز جاتے ہیں۔“

”پھٹ جائے زمین، سما جاؤں میں نصیبوں جلی۔ حجمی پی مغرب کی ٹکریں مارتے ہی کھانے کی مارماری ہوئی ہے اور اندھے سیدھے ٹکڑے توڑ کے پھاگتے ہیں کہ دفتر جانا ہے۔ اس پر ٹھلپیے میں یوچین، مائے اللہ دن دیکھنے کیلئے مجھ گئے ہیں مੁھکی کو زنارہ ہی کیوں رکھا تھا؟“

”آپ غلط سمجھ رہی ہیں خالہ جان۔ وہ خدا خواستہ ایسے دلیے خیالات کے آدھی نہیں ہیں۔“ میں نے تسلی دی۔ ”بس ذری مشتری خاتم سے دلبستنگی ہے۔ وہ بچاری بالکل جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی ہے۔ گافی بھی بہت اچھا ہے۔.....“

”بس بس ہوش میں لے بیٹھا میرا لکھج پھٹ جائے گا۔ مجھے کیا خبر تھی یہ دفتر کے بھائے نے تھوڑا کالکٹ میں جا رہی ہے۔ بڑھا پئے میں۔“

”مشتری خاتم لے بیٹھا۔ وہ نوج تیرے دہمن کیوں ہوتے۔“

”آپ کو نہیں معلوم خالہ جان۔ بات ہی کچھ ایسی ہے۔“

”مگر چھوڑتے ان کا فعل ان کے ساتھ ہے میں تو بہر جاں ان کا اور آپ کا خیر خواہ ہوں۔ آج ہائی تو کہہ دیجئے گا کہ خدا کے لئے آج رات مشتری خاتم کے گھر پر نہ جائیں۔۔۔۔۔“

”مجھے اچانک ایک خباثت سوچ گئی تھی۔ خالہ پکار پولیں۔“

”مشتری خالہ کون؟“

”مشتری خالہ نہیں مشتری خاتم“ میں نے بلند آواز سے تفعیل کی۔

”مشتری خاتم کون کلہی ہے؟“

”آپ اس کی تحقیق میں نہیں ملکی تھی جی خود سمجھ جائیں گے۔ میں تو انھیں یہ بتائے آیا تھا کہ مشتری خاتم کے خسر نے

داروغہ سے شکایت کر دی ہے۔ داروغہ جی پولیں کے جوان میکرٹھیک غشام کی آذان پر جھاپہ ماریں گے۔ منشی جی روز

کی طرح آج بھی اس دفت دہیں۔“ تو انھیں توہنگلہ میٹر جائے گی۔ ”پولیں... بہنگری، مائے اللہ یہ تو کیا بھکریں اڑا رہا ہے۔ صاف صاف بتا کیا بھکر گا ہے؟“

”مجھ سے کچھ نہ پوچھئے خالہ جان۔ منشی جی بگڑیں گے کہ ملانے شکایت کر دی۔“

”کیا نہ تھیک تھا منشی جی کا۔“ خالہ دہاریں ”ارے تو بتا تو کیا مشتری چھوڑا ہے تیرے منشی جی نے کیا آفت آئی ہے۔“

”آفت کچھ نہیں خالہ جان۔ بات سمعوں ہے۔ مگر آپ جانیں یہ شوت کا زمانہ ہے۔ مشتری خاتم کے خسر نے جب گرم کرنی ہو گئی داروغہ جی کی۔ بس پھر کیا تھا وہ تیار ہو گئے تھوڑے مارنے کو۔ درجنے بھلا کو نساجیم ہے کہ دو شریف مرد سورت پل پل کو دل بستی سے مل بیٹھیں۔“

”کان پھٹ جائیں میکر! اکے پگلے یہ تو اج کیسی باتیں کہدا ہے۔ پہلیاں نہ بھاگیرا تو دل دھک کرے نے لگا۔ الف سے بے تک سنا جا گیا ہے۔“

”ماجرہ کوئی خاص نہیں ہے۔ آپ انھیں تھانی ہیں تا... نواب رئیسِ الدولہ کی ڈیورٹھی والوں کو۔“

الگہ دن وہ میرے گھر دوڑے آئے تھے اور ردر دکر
ملائیں سے شکوہ کیا تھا۔ ملائیں بمشکل ہنسی پر قابو یاتے ہوئے
لوئی تھیں
”خدا کا شکرا دکر و ان کا غصہ میں نے دبادیا درم نوکری
سے بھی جاتے“

اب وہ ایڈیٹر تھی کے آگے فریادی ہوتے تھے۔ موہری
بریان الدین سے پتہ چلا کہ ایڈیٹر صاحب نے مسکرا کر کھاتھا
”اس گدھ کے شرید ہونے میں تو کوئی شک نہیں منشی جی
گمراپنے بھی یہ بھی سوچا کہ آپ کی امہرہ جو آپ کے حق میں
تمھانی دار ہی ہوئی ہیں یہ کس غلطی کا خیاڑہ ہے۔“
منشی جی چند نانی ہوتی بن کر ایڈیٹر صاحب کو بتتے رہتے
پھر پھنسی آواز میں بولے تھے۔
”سرکار وہ بڑی ظالم عورت ہے۔ ایسی بھڑکتی ہے کہ لس
پھاڑ کھاتے گی۔“

ایڈیٹر صاحب اس وقت انفاق سے بڑے اچھے
مودیں تھے۔ کہنے لگے ”عورت میں منشی جی ظلم کرنے اور بھار
کھانے کا یوتا ہی کہاں ہوتا ہے۔ یہ تو مرد کی زندگی پر ہے جو
اے نرم چارہ بنا دیتی ہے۔ جانیے اپنی میر پر مجھے۔ یقیناً
آپ نے کوئی نہ کوئی بات ضرور ایسی کی ہوگی جس نے اس گدھ
کو اس داہیات حرکت پر آمادہ کیا۔ ورنہ وہ آپ کے بھی، ہمیشہ
آپ کی تعریف ہی کرتا ہے۔“

تو یہ تھے منشی شہید الزماں۔ برادر است انتقام لینے کے
ارادے سے تو اب وہ توہہ کر چکے ہوں گے۔ مگر یہ بھی انتقام ہی
کی ایک بغایتی قسم کی جائے گی کہ وہ مجھے اپنا اسٹنٹ بدلنے کی
ستگھ لڑا رہے تھے۔

ایڈیٹر صاحب نے فریا

”آپ اس سے کیا کام لیں گے؟۔“

”اجی وہ انکم میں کا سارا حساب یوں ہی ٹڑا ہے۔ کافتا
داخل کرنے کا وقت تربیب آگیا ہے اتحیں ساتھ لگا کر میں کام
کی تکمیل کروں گا۔“

منشی جی بڑھتے تو نہیں ہیں خالجان۔ بہت سی بہت
چیزوں کے ہوں گے۔“
”ہاں ہاں ان کی توجہ اپنی پھٹی پٹری ہی ہے۔۔۔ لادے
جسے تھوڑا سازہر۔۔۔ گھونٹ د۔۔۔ د۔۔۔ دے م۔۔۔ میرا
گ گلا۔۔۔“

اب ان کے خیط کا بند ٹوٹ گیا تھا۔۔۔ میں
بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ پورا مکالمہ توڑا ہر بے میرے کا توں میں کہاں سے
پڑتا ہے منشی جی کی آمد پر ان کے اور منشاں کے ماہین پر یاد ہو گا
ان کے پھٹے شہرت علی سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ منشی جی قسمیں
کھلتے کھانتے پاگل ہو گئے تھے گردنیشیان مشری خاکہ کے
جدیدی سے جدید گرال القاب و آداب تصنیف کرنے میں اس
درجہ منہج تھیں کہ منشی جی کی ساری قسمیں، ساری یقیناً ہائی
ہو امیں تکمیل ہو کر رہ گئیں یہاں تک کہ ان کا گلا بیٹھ گیا۔۔۔ پہنچی
کی رئیں پھول گئیں۔۔۔ انھوں نے دار الحی اور سردار نولے کے
بال ایک ساتھ نوچتے ہوئے ٹھاکھیا کے کہا۔

”مت کر دیقین۔ میں بھی کل سے تو کوئی چھوڑ کر تمہارے
گھٹتے سے الگ کر لیٹھوں گا۔ یہ ملارد، ترود، شیطان، بیلیا
خدا کی پھٹکارا اس پر۔۔۔ اس سے بڑا دعا باز دنیا کے پردے پر
تپیدا ہو اپنے پیدا ہو گا۔“

”ہاں ہاں وہ تو دعا یا زہے کیونکہ تمہارے ٹھوڑوں کا راز
کھول دیا۔ میں نصیبوں جلی بھی دعا باز ہوں کہ ایسی خوشخبری
سن کر تم پر واری تھیں گئی۔۔۔ جاؤ بس مشتری جان کے یہاں
جاو۔۔۔ شرع شریف نے چارچار اسکی اجازت دی ہے۔ دوسرا
دہ ہو جائے گی۔ تین اور کر لینا۔ کیونکہ محمد آفت ماری کا تو قوت
آہی گیا ہے۔“

”یا اللہ کسی مصیبت میں بچپس گیا۔“ منشی جی ایک باختہ سو
دار الحی اور دوسرا باتھ سے سر کے بال نوچتے ہوئے بلائے
تھے۔ بقول شاعر
دل کو تھاماں کا دامن تھام کے
باختہ میرے دنوں نکلے کام کے

”گیوں کروں نہیں کرتا.....“
اسی طرح کی نوک بھونک برداشتی رہی۔ مگر پہاڑ سافت
کائنات کے لئے بھنک قماری ہی تھی۔ مسلسلہ جاری ہو گیا۔

نمودرن یہ ہے

”ایک اور ایک دو، دو اور دوچار... منشی جی پر خدا کی
مار۔ چھہ اور چھہ بارہ۔ ۲۵ اور ۱۲ تینیں۔ نہیں سی تینیں... ۲۸
ادراستا لیس... ماٹیں اڑتا بیس نہیں... ۳۳ اور تینیں
چالیس اور دس پیچاں... منشی جی کا ستیانیاں... پیچاں
اور نو ۵۹... ۵۹ اور پانچ... پانچ... ۵۹ اور ایک
سالھہ اور چار... چار چوتھے... ہاں ۵۹ اور پانچ چوتھے
منشی جی کھوٹ۔ نہ ممکنہ میں دانت نہ پیٹ میں آشت۔ مشتری
خانم کا خروہ بار بارے گا... ۴۵ اور چھڑا... اور تین ۴۷
اور چھہ اسی... منشی جی کے گلیں رسی باندھ کر حصینی جو ہے تشری
خانم کے خسرے تو ہو گئی طبیعت بالکل صاف... اسی اور دس
۹ اور نو... نو تنانوے۔ انسان کامرہ... تنانوے
پگنتی خلاص۔ لیں اب کل کریں گے؟“

اس دوران میں میاں جعفر بے دبے ہنسنے۔ کچھ بھی
کنکھیوں سے منشی جی کی طرف دیکھتے۔ منشی جی بہرے تو نہیں
تھے۔ گیرا نتا اور پیغادر سنتے تھے کہ میری سخن گستاخانہ گھیں انکے
کاؤں میں اکا دکا ہی پڑیں۔ میں انھیں سنا نے نکلے کہتا
بھی نہیں تھا۔ یہ تو دراصل قضیقی صلاحیتوں کا فلکی بہرے تھا
بوسیل روائی کی طرح خود بخود امن اچلا آتا تھا۔ مگر اکا دکا ہی پر
انھوں نے ایڈریٹر صاحب سے شکایت کر دی۔ موصوف نے
میرے کان پکڑے۔

”یہ کیا شرارت ہے۔ نرم نہیں آتی منشی جی تمہارے
چھاپے کے برادر ہیں۔“

”میں تو آپ کامی بھی کھیتھا ہوں“ میں طبیش میں آگیا ”آپ
چھے چائے میں گھول کر زہر پلا دیں۔ یہ قسط وار ذائقہ ہونا میری
استطاعت سے باہر ہے۔“
جھنک مارتے ہو۔ اتنی عرق مکھتے آگئی آجھک لفڑا استھانا
کا محل استھانا بھی نہیں جان سکے۔“

”آپ جانیئے۔ مجھے تو ذر ہے کہ یہ آپ کو بھی جو پیٹ
کر دے گا۔ مگر کوشش کیجیے اللہ مالک ہے۔“
میرے تن یارین میں برقی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ میں
اوہ حساب۔ دنیا کا سب سے بڑا قضاۓ۔ حساب تو میری
چڑھتے ہے اور رہے گی۔ مگر فرار کی کوئی راہ نہیں تھی رخود
سالے صاحب قبلہ کو بھی یقیناً معلوم تھا کہ حساب میرے حق
میں تپ دقتاً بت ہو گا۔ مگر انھیں تو میرے جس بجا کی ضد تھی
درستہ مشتعلی جی کو یقیناً انھوں نے درپر دہی ہے میرے بھی دی گئی
کہ اس کے کئے دھرے پر بھروسہ سست کرنا۔ مقصود تو ایجاد ہے
رکھنا ہے بلائے دوچار جسٹریڈی ہو جائیں۔

میرے لئے کونے کا کمرہ تجویز ہوا۔ یہاں میاں جعفر
کی نشست تھی جو مکتبہ تھلیٰ کے اسٹیشنٹ انخراج ہیں۔
یہیں منشی جی بھی اپناؤں یک اٹھالائے اور شروع ہو گیا دوام
دو اور دو دو فنچار۔

اف جعفر۔ اب ارادہ شمار سے بھرے ہوئے صفائح بھی
گتنا ہے اسکے منتظر ہیں۔ کلبیا تے ہوئے ٹھیک گیر دوں کا
ایک چھتہ۔ پھر وہ کہ منشی جی کی استاداۃ گل افشا نیاں اس
ان کا خیال تھا میں نے میں تک پہاڑہ فروریا کر کھا ہو گا۔
جب میں نے عرض کیا کہ پہاڑے مجھے صرف پانچ تک یاد ہیں
اور ان پانچ پر بھی میں ایک لاکھ مرتبہ لعنت بھیجا ہوں تو وہ میری
دارڑھی پھوکر بولے تھے۔

”پیارے ملا جھائی۔ اب تو ڈھنگ سے کام کرہی لو
ہم ہمارے تم جیتے۔“

”یہ دارڑھی چھونا آپ نے کہاں سے سیکھا۔ مشتری خانم
کے خسر تو شاید دارڑھی نہیں رکھتے ہیں۔“

”اڑے یار خدا کے لئے اب جانے جی دو۔“ دیکھو
تین صفحوں کی میرزاں بجڑد۔ جمع میں پہاڑوں کی فروخت
نہیں پڑتی۔“

”یہ پرانی بات ہے۔ نئے علم الحساب میں جمع ضریب
قاعدے سے کی جاتی ہے۔“

”اچھا بایتم کسی قاعدے سے کرو مگر کرو تو۔“

میرے چہرے کا عالم کسی معموم یوہ کے مالم یا سے گستاخ
نہ رہا ہوگا مگر
یارب نہ وہ سمجھئیں نہ سمجھیں گے میری بات

دے اور دل ان کو جو تر دے مجھے کو زیاد اور
آخر آپ چاہئے کیا ہیں ”میں بلیا یا“ منشی جی کی اتفاقی
اور ہندسوں کی جمع تقسیم — ان میں سے ہر ایک میرا دماغ
الٹ دینے کے لئے بالکل کافی ہے — ”

”تمہارا دماغ بنایا الٹا ہے۔ اگری اللہ جائے تو سیدھا
ہو جائے گا — میں پوچھتا ہوں کیا واقعی تم تاک سے چائے
پی لیتے ہو؟“

”آپ سمجھیدہ ہیں؟“ میں نے بچ مجھ سے جیران ہو کر پوچھا۔
”سو فیضداری — اگر تم واقعی تاک سے چائے پی سکتے
ہو تو یہ عجوب ہو گا۔ اس طرح تو یہ بھی ممکن ہے کہ تم کافوں سے
لوٹے اور آنکھوں سے سندھ کی مشق بہم پہنچاؤ۔“

”میں سب سے پہلے سر کے بل کھڑے ہو کر مجھوں تکنے کی
مشق ہم پہنچاؤں گا — آپ مجھے قتل کر دیں مگر دفت کی
ڈیوبنی مجھ سے نہیں نجھے گی۔“

”فضولوں ہمت مارتے ہو۔ ڈیوبنی تم نجھا دے گے۔“

نجھانی پڑے گی — جاؤ اپنی جگہ ملبوخو۔“
اب ان کے پہیے میں یک ایک وہی ہٹلر بت آئی تھی جسے
میں آج تک جیلنگ نہیں کر سکا ہوں مگر مولانا نے چاہا ایک دن
ضرورا ایسا آئے گا جب میں اسے پیچ کروں گا۔ خدا نے کارسا
تے ترود کے لئے چھڑا وہ ہٹلر کے لئے اتحادی بھیج ہو سا لے
کی ہیکلہ کی در کرنے کے لئے ہبھنگی کو ہمت و حراثت کیوں نہیں
مجھے گا... آمین یار العظیمین۔

(ملازندر۔ صحت باقی)

تذکرہ علماء ہند

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب علماء ہند کے ذکر
بیان پر مشتمل ہے۔ جامع، ضمیم، فکر انگیز۔
مجلد پندرہ روپے

انھوں نے چالاکی سے پہنچتا ہیلا تھا۔ ان کی عادت
ہے جب مجھے بنا دے پہنچتا ہے۔ میں تو ٹوٹی فکاری سے
محاذ جنگ پال دیتے ہیں۔

”یہی میں بھی عرض کرنے آیا تھا کہ ابھی تو صرف الفاظ
کا محل استعمال بھولا ہوں۔ قید وین کا یہی عالم رہا تو یہی وہی
کا بھی محل استعمال بھولا چاول گا۔ آج ہی صحیح چائے کی پیاں
منھ کی بجائے تاک سے سلنے لگا تھا۔“

”کیا واقعی؟“ انھوں نے ایسے جھوم کر پوچھا تھا جیسے
میں نے اطلاع دی ہو کہ آپ کے نام ایک لائلہ روپیے کی
لائزی کھلی ہے۔ میرے تن میں میں تو ہری تھی اور اس اساف
گزری کو گفتگو ان کے پرائیوٹ روم میں ہو گئی تھی مسکن خیز
کا کوئی آدمی یہ تماشا نہیں دیکھ رہا تھا ورنہ اپنی موجودہ مصکن خیز
پوزیشن پر اسٹاف والوں کی استہانی مسکن نہیں اور ذمہ
نظریں مجھے قتل و غارت تک پرآمادہ کر سکتی تھیں۔

ذریمان سے کہئے۔ اس ”کیا واقعی؟“ کا جواب آپ
ہوتے تو کیا دیتے۔

میں نے دھڑدھڑی لی اور پیشانی کو ایک ہاتھ سے
دباتے ہوئے مذیعی لندن میں کہا۔

”آپ کیا واقعی چاہئے ہیں کہ میں بور ہو ہو کے مر جاؤں
— حساب جس نے ایجاد کیا تھا میں اس کی سات پشتونوں
پر لعنت بھیجا ہوں۔“

”یکواں مت کرو۔ کے معلوم ہے حساب کی ایجبا دکا
سہرا کسی ولی یا پیغمبر ہی کے سر ہو۔“
تب میں اپنے الفاظ واپس لے کر انھیں منشی جی کی سات
پشتون کے حوالے کرتا ہوں۔“

”یہاں بھی تم چوکے۔“ ان کا ان از خفگی کا نہیں
چکنے کا تھا۔ منشی جی کی بوجھی پشت خود تھا ری پاچیں پشت
سل جاتی ہے۔“

”ملنے دیجئے۔“ میں جھوپلا گیا۔ میری کوئی پشت نہیں۔
مچھر کسی کو ترس نہیں آتا۔ میں تھا سماں سے پھینکا گیا تھا۔
مچھلیقین ہے کہ ان در دن تاک فقروں کی ادائیگی ملے وقت

مراسلہ

مسلمان کیا کریں؟

(بشیر احمد طہ تاہیر)

خدمتِ حباب ایڈیٹر صاحب مہنامہ "بختی" دیوبند۔

جماعتِ اسلام علیکم
جماعتِ اسلام علیکم

ذریعہ نہ ایک ٹھہر مرسل خدمت ہے جو تنی ہے ان انکار کا جن پر راتم الحروف علی نقطہ نظر سے سوچ بچا کر تارہتا ہے۔ تجادیہ مندرجہ ذمہ میں کوئی ندرت تو نہیں ہے لیکن کیا ہر جو ہے الگ آپ کے ثیرِ الاشاعت جریدے کے ذریعے یہ خیالات چند مسلمانوں تک پہنچ جائیں جو انہی مسائل پر غور کر رہے ہیں اور ان کا عملی حل نکالنے کی لڑہ میں لگے ہوتے ہیں۔ میری یہ بھی درخواست ہے کہ جناب بھی ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل کے عملی حل کی تجدیہ کے باب میں اپنے گروں قدیمشوئے اور ہبہ سے ان کو بہرہ اندوز فرایں اور اس کو ایک تحریک کی شکل میں جاری رکھیں۔

شکار ہو گئے۔ ان کے دلوں پر یاس و حریان کا انہصار اچا گیا ان کے اعضاء عمل چوپیلے ہی سے معلول تھے اب قفار ہو گئے۔ آندھرا پردیش کے چیف منسٹر سری سنجوواریڈی نے حال ہی میں مقام حیدر آباد ایک موقع پر مسلمانوں کو زیریں سالی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جن خوشحال افراد کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی پسمندی ملک کے دو سے ساندھے طبقات جیسی ہے اور یہ کہ ان کی حالت کو سدھاڑ کرنے لئے ان کو کوئی بھی مراعات ملنی چاہیں ہو دوسرے ساندھے طبقات کو چاہیں ہی۔ یہ عام مسلمانوں کی حالت کا نقشہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ اسکے اقتصادی اور سوچیں مسائل کو حل کرنے اور ان کا ٹھیک علاج جو یونیورسٹی کے نئے نزکہ دیا گا کر رہے ہیں اور نہ ان کی کوئی یاری رشتہ قائم رہی ہے۔ جو لوگ کاروبار امعیشت اور علم و فن میں رہبیری کے قابل تھے وہ تقسیم ہنر کے بعد یاں سے چلتے ہیں۔ ادھر ادھر جنید درد مند اصحاب ان کی حالت کو بنحدلہ لکھ لیتے ہیں کچھ کوشش رکھ رہے ہیں تو اس کی نشان ایسی ہے جیسے کوئی پرندہ قفس میں آشیان کے لئے تنگ فراہم

مسلمانوں کی موجودہ حالت کے باسے میں زمانے کا گلہ کرنا شکوہ کرنا یعنی تجوہ اور بے سود ہے۔ البتہ ان اسیاں بدل کا جائزہ لیا جانے کے باعث وہ موجودہ حالت سے دوچار ہیں اور انکا علاج جو یونیورسٹی مفید اور کار آمد ہے کا۔ آبیتے ہم مسلمانوں کی موجودہ حالت کا کسی قدر سرسری جائز ہیں۔ انتظاری اور مالی حیثیت سے مسلمان سب سے زیادہ پریشان ہیں۔ ساہیا سال، ان کی حیثیت کا دار و مدار زیادہ تر سرکاری آسامیوں پر تھا۔ سو وہ تبدیل شدہ حالت میں قابلِ لحاظ حذف کم ہو گئیں۔ تجارت، تکمیلی باطیلی اور دوسرے کاروبار میں یہ جہاں تھے وہی رہ گئے یا اور زیادہ ہو گئے۔ تعیینی حالت ان کی پست تھی اب اور پست ہو گئی۔ فنِ تعلیم کے لائل پڑ گئے۔ سوچیں اور لکھیں اور اخلاقی حالت جس کا گھر اتفاق اقتصادی خوش حالی سے ہے، اسپا اور بھی گھر گئی ہے۔ اس کا بھروسہ اثر ان کی تقسیمات پر یہ ہوا کہ وہ ایک شکست خورده ذہنیت کا

ایک حد تک اپنے تمیں نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش تو گی ہے یا یہ کوشش مجبوراً کرنی پڑی، لیکن یہ کوشش ابھی کامیاب نہیں ہوتی۔ یہاں ایسے بھی مسلمان ہیں جو مشکلات کے باوجود زندگی کے مختلف کار و بار میں عزت کی روشنی کھا سے ہیں۔ لیکن جو نکتہ اور پست ہمہت ہیں وہ اپنے اخلاص و ادب کو زمانہ کے حالات سے منسوب کر کے خوار اور بریتان روزگار ہوئے ہیں اور اپنی خود ارمی اور عزت نفس کو رسوا کر کے طفیل اور گداں کی نندگی پر رانجی ہو رہے ہیں۔ ملک میں دوسری چھوٹی اقلیتیں ہیں، ہیں لیکن وہ اپنی تنظیم کی وجہ سے کس قدر آسودہ حال ہیں۔ مسلمان زیادہ تعداد میں ہوتے کی وجہ سے بہتر طور پر اپنی تنظیم کر سکتے ہیں مسلمانوں کو یہ بھولنا نہ چاہیے کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہ بدلے۔ ہندوستانی صوفیوں کی ایک اہم قومیت کی حیثیت سے ان کو اسلامی روایات کے مطابق حقائق کا مقابلہ اور نئے مسائل کا حل کرنا ہو گا۔ اگرچہ یہ کام آسان نہیں ہے، لیکن زمانہ کا جیخ وہ اسی طرح جوں کر سکتے ہیں۔ اس کے نئے وسائل اور صحیح لیدر شپ کی ضرورت ہے اور مسلمانوں کو اپنی پرانی ذہنیت بدلنے کی۔

مشیت و روزگار کے جو سرکاری و نیم سرکاری وسائل ہیں ان سے بہر حال فائدہ اٹھانا چاہیے۔ آئے دن قومی ترقی اور سہوادی کے نت نئے کار و بار ایک سالانہ مہموبہ بناری کے پروگرام کے تحت شروع ہو رہے ہیں۔ جس حد تک اور جس حیثیت سے ممکن ہو مسلمانوں کو ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔ لیکن سرکاری نوکری کی الی ذہنیت کو ختم کر کے اپنے آپ کو محنت مزدوروی کے قابل ہونا اور اس قسم کے کاموں سے روزگار چلانے میں عار نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وہ اس طرح کہ خود ان کے اوقاف کی جنکی ملک میں کافی تعداد ہونے کے باوجود دن ان کی تنظیم خراب ہے اور دیگر خیراتی اداروں کی آمدی کے سچے اصول پر تنظیم کر کے اس کی تجویز سے قوم کے لئے چند فنی مدارس اور درسگاہیں اور کارخانے قائم کے جائیں، اور اعلیٰ تعلیمی روپیہ، محنت اور عمر برآمد کرنے کے بھاجاتے نہ چاہا ہے زیادہ تعداد میں ہر ستم کے کاریگر شلائی فرطس، میکانکس، بھلی اور ریڈی

کرسے، تختیریہ کے مسلمانوں کا ہمال اس قابلہ کا ساہے جو منتشر در باہر اور آذارہ منزل ہو گیا ہے۔ جس کا کوئی رہبر اور میر کا روانہ نہیں رہا۔ غالب کا پریشور ان کی حالت کا صحیح نقطہ نظر پیش کرتا ہے ہوا مختلف و شب تاریخ طوفان خیز

محسٹہ لنگر کشتی و ناخدا حفظت

ان کی اس ماندگی اور زبوب حالی کے اسباب تاریخی ہیں۔ اور کچھ خود اخیں کے پیداگردہ۔ جب کسی قوم میں اخطالاطیدا ہونا شروع ہوتا ہے تو یہ بتانا شکل چھکے کرنے اسباب تاریخی ہیں اور کوئے خود ساخت۔ خواہ کچھ ہو یہ امر واضح ہے کہ قسم ہند کے بعد ان کے مسائل نہ صرف پچھلے زمانے کے مسائل سے بلکہ خود ہمایہ ملکوں کے مسلمانوں کے مسائل سے بالکل علیحدہ بلکہ مختلف ہو گئے ہیں اور ان کی کامیابی اور ناکامی کا اختصار اس اصرار ہے کہ وہ ان مسائل کو جو تاریخی اسباب کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں تک طرح حل کر سکتے ہیں۔ یہ نئے مسائل اور یہ نئے حالات ایسے ہیں جن کی شاید تاریخ اسلام میں مشاہد نہیں ملتی۔ اگر ہندستان کے مسلمانوں کو جن کی حیثیت اس ملک میں قابل لحاظ اقلیت کی ہے ان مسائل کو جنہاں ہوتا ہیں مرتباً ایسے مسائل مزاجی اور کامیابی سے حل کرنا ہے تو ان کو تسلیم کرنا ہو گا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد اس پر عالم صوفیں اخنوں نے ایک نئی قومیت کی حیثیت سے حجم لیا ہے جن کے حالات اور مسائل کو کسی دوسرے ملک کے مسلمانوں کے حالات اور مسائل سے اس طرح نسبت نہیں بطور صورتی ایران و پاکستان کے مسائل کو اندرونیشیا کے حالات اور مسائل سے نسبت نہیں ہے۔ جس طرح یہ اسلامی حملہ اپنے اپنے مسائل اپنے ہی خصوص حالات کے مطابق حل کر رہے ہیں اسی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی اپنے مسائل ہیں کے حالات کے مطابق حل کر سکتے ہوں گے۔ اس حقیقت کو مان لینے کے بعد مسلمانوں ہند کو اقتصادی اور نفسیاتی حیثیت سے ملک کے حالات سے میل اور مطابقت پیدا کرنی ہو گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے مسائل کا حل کمیں باہر ڈھونڈیں اگر وہ اس کریئے تو تردد اپنے مسائل کو حل کر سکیں گے اور نہ اس سے ان کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ پچھلے پودہ پندرہ سال کی مدت میں اخنوں نے

میں اس کا انتظام کیا جائے۔ پیغمبر مصطفیٰ نے فرمایا تھا کہ ساری روٹے زمین مسجد یعنی خدا کی عبادت گاہ ہے۔ اُن حضرت کے اس پیغام کے لئے کافی بہادری ہے۔ عبادت سے مراد ایک خصوص طریقے سے عبادت کرنا ہی نہیں بلکہ اس کے ملاواہ زندگی کے تمام نظم اُنف اور فرائض کو پورا کرنا ہی صحیح معنی میں خدا کی عبادت اور توصیف ہے۔ اور اس سند کے زمین پر ہم خدا کے مابین رفتگار بننے کے حقیقت ہیں۔

دودول کے واسطے پیپ اکیا انسان کو
درند طاعت کیلئے کچھ نہ تھے کرو بیان

بہر حال یہاں تفصیلات میں جانے کا موقع نہیں ہے۔ اس لیکم کے لئے درمنہ باعث، دیانت دار اور سعداً شخاص کی ضرورت ہے کوئی صاحب یہ کہ کہ اس ایسی کم کو سرسے سے زندگی میں کہ اس میں عملی دشواریاں ہیں۔ معلوم رہے کہ عمل کے بغیر زندگی میں سکتی ہے اور نہ قوم افسوس کہ بے عملی نہیں ہی مسلمانوں کو مغلوب اور اپاچ بنالیے ہے۔ اگر مسلمانوں کو سچا مسلمان بننا ہوتا ان کو پہلے اپنا فیضیاتی جوہر تو گرفتار قومی اور اقتصادی مسائل بلا خوف و خطر اور نا امیدی کے ملن کرنے ہوں گے۔ تھی وہ کا خوف علیحدہ ولا ہمدرج یعنی ذون کا صدقہ ہو سکتے ہیں۔ اقتصادی مشکلات کو حل کرنے کے بعد ہی وہ نہ صرف ملک کے کار آمد افراد میں سکتے ہیں بلکہ خدا کی عبادت اور دنیا میں خدا کے کام خخصوص و خصوص اور سکون قلب کے ساختہ اور اسکے میں اور ملک کی دوسری سماں میں سکتے ہیں جیسا کہ میں نے اور پر عیان کیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دنیا ۱۹۴۷ء کے بعد بدلتی ہے جس میں ان کی اخوت، صداقت، داشتار محنت و عمل اور زور باز و کی آزمائش نئے سرسے سے ہو رہی ہے۔ اگر ایک نعمانی کوشش چل سکی تو پھر ان کا بڑھ پا ہے۔ اگر وہ درمند اور صاحب نکر میں حضرات پویصلمان اپنے کے صائب پرسوچ بیمار کرے ہے ہوں یہی ان تھا جو ایک غریب بھروسے اور نہ صرف جلد آباد کے بلکہ اصلاح اور بیرونی چوری اور کسوار و خیس رسالوں اور اداروں میں انہیاں انجام رکھا جائے۔ اگر کوئی عجب ہے کہ تحریکیں تھیں اسکے لئے متعال کیا جاتے۔ اس انتظام کے لئے وقت فرستہ کہہ لیا گیا بھی ہاتھی ہے اور تو یہ کام ایسا بھی ہاتھی ہے۔

کام جانے والے درجی اور کاریگر میشن چلانے والے، افغانستان گر، کسان، لوہار اور بڑھی کا کام جانے والے پیدا کریں تاکہ انکو روزگار کے وسائل خود بخود ہو جائیں اور دوسری طرف ملک کو کاریگر اور میراں کا بکمل جاییں جن کی اسے شدید ضرورت ہے۔ ۶۔

چھوٹ بود کہ برآمد پر یک کر شہرہ دو کار ایک اور صورت جس پر شاید کہیں کہیں سرسری طور پر عمل پورا ہے بیت المال کی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بیت المال اس حیثیت سے قائم کرنا موجودہ حالات میں کل ہے جو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہوا تھا، لیکن ہے یہ صورت، اینی مدد آپ کرنے کی الگ ہیں، وہ ست کے چار کروڑ مسلمانوں میں سے ایک چھٹا نی تعداد بھی باہر ایک ایک روپیہ ادا کرے تو ہر ہینہ ایک روپ اور سال میں باہر کروڑ روپیہ جمع ہو سکتے ہیں اور جو دے سکتے ہوں وہ حسب مرضی ایک روپ سے زائد دیکھ کر پانے نادر بھائیوں کی رقم کی کمی کی تلافی کر سکتے ہیں۔

اس کا نام ایک روپیہ نٹ ڈرکھا جا سکتا ہے اور یہ کوئی مشکل بات ہیں مشکل کام یہ تم وصول کرنے کا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ محلہ اور مسجدوں کی کیمیاں اور یہ کیمیاں باقاعدہ جو طرز کی ای جاتیں اور ان کے کھاتے بینکیں ہو جائیں۔ ان کیمیوں کے ارکان محلہ کے جملہ مسلمان ہوں اور درمند دیانت دار اور بالعمل حضرات ان کے کار پروڈاہ ہوں جو ہر ہینہ تمذی اس مقاصد کے خاتمہ ایں جس کے خاندانوں سے وصول کر کے بینکوں کے کھاتے تیراجمع کرانے کے ذمہ اور ہوں ہینہ دو ہینہ کی رقم اس طرح جمع ہو جانے کے بعد شہر اصلاح اور قصبوں کے مسلمانوں کے مشورے سے اس رقم کی امامت طریقہ قائم کیا جائے اور اس کا پروڈاہ ٹریسٹیز مقرر کیا جائے جو قوم کی اقتصادی اور فنی ضروریات کا جائزہ لیکر ان کی ضروریات کو پورا کر دیکھا ایک معیاری پروگرام بناتے اور مختلف محلوں اور رہائشیں پر میں تھیں اور فنی تھیں اور فنی تھیں کر کے پیشوں اور حرفتوں کی تعلیم دلانے کا تنظیم اور ایک ایسا بھروسے اور اپاچ بھروسے اور بڑھنے والیوں کی دیکھ بھال کے ارادے قائم کرنے جاتیں۔ غرض اس طریقہ یا امامت کو بجز افراطی خیرات کے جو باعثہ شرم ہے مسلمانوں کی ہر قوم کی مادی اور روحانی ترقی کے لئے استعمال کیا جاتے۔ اس انتظام کے لئے اگر ایش امر میں عمارات دستیاب ہونے میں مشکل ہو تو مسجدوں کے احاطے

اور مسالے کی ایک ایک تہہ پر اپنے اثرات ڈالے ہیں تب کہیں جا کر کریم صفت و ناپانداری کی اس پوزیشن تک پہنچی ہے کہ ایک ہلکا ساحنھلا اسے منھ کے بل کر دے۔

اسی مثال پر ہم اپنی حالت کا قیاس کرنا چاہیے۔ ہماری موجودہ زبوبوں حالي و دیچارگی کے قریبی ذرا ہری اسابا تو بیشک مادی ہی ذرع کے ہیں لیکن ان کی جڑیں بہت دور اور بہت گہری اُتری ہوتی ہیں۔ ہماری طاقت اور عروج و ارتقاء کا اصل سرچشمہ ہمارا دین تھا۔ اس دین نے ہمیں وہ کوہ اعظم کا ٹھانخا ہو دنیا کے تمام ہی معاملات میں کافر فرمائی کرتا ہے۔ اس دین نے ہمیں حوصلہ اور بل بخشا تھا۔ اس دین نے ہماری سطوت اور ہمیت کی پروردش کی تھی۔ اس دین نے ہمیں عزت و اقتدار کے سرمایہ سے مالام کیا تھا۔ ہمیں شجاعت، ہمت اور توانائی دی تھی۔ دین اور نفس کے تقاضوں میں ازیز ہے۔ اس دین سے ہم نے اپنا رابطہ کم کر دیا اور نفس کی پروردش میں ہمتوں منہک ہو گئے۔ اسے پھاٹانے کی بجائے قذائیں فراہم کیں۔ اسے شیطان کا شاگرد بنایا، اسی کے ایسا پر اپنے اعمال د

انکار کے سلیچے ڈھلنے اور فلاج و عافیت کے اس کو حقیقی سے دور تر ہوتے چلے گئے جو اساب و علیل کا سرحت اور تقدیر و د کا حصہ رہتے۔ خدا سے مخاوت رسول سے سرتاسری اور شرک و طیعنان سے والہانہ دلستگی کا جوشغلوہ ہم مارت ہوئی احتیار کر رکھے ہیں اس کا مآل یہ ہونا چاہئے تھا جو ہوا۔ بلکہ خدا سے رحیم و رحیم کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے درگزر سے کام لیا۔ بہت ہلکی سزا تین دین، رحم فرمایا ورنہ سال دوسال کا نہیں سو اور دو سو سال کا جائزہ لیا جائے تب بھی یہی ثابت ہو گا کہ ملتِ مسلم کے فکر و کردار پر غلبہ شرک و زندقة ہی کارہا ہے اور آج بھی ہے۔ حکم جزوی غالب کے مطابق لگا کر تلاہے۔ ہر عمدیں ایک خوش کردار اور خدا یہ رست گروہ کی موجودگی کے باوجود اس امت کو گم کر دہ را ہی کہیں گے جس کی غالب اکثریت دین سے اخراج کے راستے پر بڑھتی جا رہی ہے۔ اسلام کا دعوے اور شرک سے ساز باز۔ خدا اور رسولؐ کے نام کا وظیفہ اور بھائی یہ کہ یہود و نصاری بھی شریائیں، قرآن کی تکمیل یہیں عقائد و

تحلیٰ اہنہ و ستانی مسلمانوں کی غنواری و ہمدردی پرستی یہ مرسل فکری اصاہت اور عمل رہنمائی کے اعتبار سے کس درجے کا ہے یہ تو ایک الگ بحث ہے۔ تم ہر حال میں ان لوگوں کو حسین کا سخت سمجھتے ہیں جو اپنے وقت اور دماغ کو مسلمانوں کے لیے بھتے سائیں کی تھے کہ شانی میں کھیاتے ہیں اسی جذبہ حسین کا تیج ہے کہ اس مراسلہ کو ہم نے تحلیٰ میں جگہ دی ورزیج یہ ہے کہ اس کی احادیث میں ہیں شکر ہے۔ ایک اچھے طبیب کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مرض کا شکر اذ شمات سے آئے ہو تو اس کی جڑوں پر نگاہ ڈالتا ہے اور نسخہ کی ترتیب میں اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مرض جڑ سے اکھڑ جائے۔ ہنہ و ستانی مسلمان اس وقت جو امراض کا شکار ہیں وہ گوناگون ہونے کے باوجود ایک ہی بندیادی فساد کا شکر ہیں اور ایسی وہ فساد ہے جسے اس مراسلہ میں چھو ابھی نہیں گیا۔ حوصلہ شکنی کی نیت سے ہیں، بلکہ ضروری گوشوں کی وضاحت کے لئے ہم چند معروضات اس مراسلہ کے سلسلیں پیش کرتے ہیں شاید کہ وہ اہل نظر کے لئے کسی حیثیت سے مفید ہوں۔

مسلمان غمتنگ ہیں، غریب ہیں، غیب ہیں، تعلیم سے محروم ہیں، زوال اخطا کا شکار ہیں۔ یہ سب کچھ بجا لیکن اس طرح کے تمام مقاصد بجا سے خود امراض ہیں ہیں بلکہ وہ اثرات و علام ہیں اُس بندیادی مرض کے جسمی مضر لقطوں میں "خرا فراموشی" کیا جاسکتا ہے۔ اذ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "مرے سے برا پہلوان ہو ہے جو اپنے نفس کو کھماڑی۔" پختہ سارا شاد اپنے بیٹیں میں علوم و معارف، حقالت و عبر اور پردو معرفت کی ایسا انبیاء اور ایسی خزان چھائی سے ہتھے ہے۔ زلزلے کے ہلکے سے جھیکے میں ایک دیوار زمین پر اڑتھی ہے، بظاہر اس انہدام کا سبب زلزلہ ہی ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ایک معمولی ساخنہ کا زمین سکنے کے مرحلے تک پہنچنے میں اصل کار فرمائی ان گوناگوں اثرات و عوامل کی ہیں جن کا ہدف مدت سے بدیوازی تھی جلی آرہی ہے۔ بارش، دھوپ، ہوا، امت اور زمانہ، تمام ہی پیروں نے اس کی ہر برہ میٹ

ملائج نہیں ہو اکتا مسلم مسلم کے زخموں کی شکل و صورت خواہ پچھے بھی ہوں لیکن ان زخموں کا ہر مسلم کینسر کے اُسی مارے سے جاتا ہے جسے ترکِ اسلام "کہتے ہیں۔ اہمیت مسلم کے عروج و ترقی کی لیں ایک ہر راہ ہے۔ واحد اٹل راہ۔ خدا پرستی۔ قرآن و سنت سے وابستگی۔ ترکِ معاصی۔ ترکے گیریز۔ توحید و الممانہ لگاؤ۔ انھیں سب چیزوں کے مجموعے کا نام اسلام ہے اور اسلام ہی اکیلا راستہ ہے جو مسلم مسلم کو امن و عزت سے دوچار کر سکتا ہے طاقت دے سکتا ہے۔ پر و ان چڑھا سکتا ہے۔ تم آسمان کے تالے بھی توڑ لاؤ۔ غصتہ دفتہ حامل نہیں کر سکتے جب تک مجتمع معمون میں مسلمان نہیں ہو گے۔ غالی ماذی وسائل اور دنیادار اذنجاویز کے بل پر عروج و رفوت حامل کم ناچاہتے ہو تو بہتر ہو گا کہ اسلام سے دشمنداری کا عالمان کر دو۔ ھلکے طور پر کافر و مشرک بن جاؤ۔ اس صورت میں اللہ تھیں اُنزاد چھپوڑے گا۔ وہ کفار و مشرکین کو خوب ڈھیل دیتا ہے کیونکہ آخرت میں تو ان کے لئے کوئی حصہ ہی نہیں۔ دنیا کے تلیل و عرصہ میں جتنے مزے وہ کر سکیں کر لیں۔ مگر مسلمانوں کو بہت زیادہ ڈھیل کیوں دی جائے جیکہ وہ آخرت میں بھی حصہ لتنا چاہتے ہیں۔

ہمارا مشاہیر یہ نہیں ہے کہ ماذی وسائل و ذرائع سے لکھیر بند کر لی جائیں۔ اب اب وسائل کا سہارا لیتا تو خود اسلام کی بھی تعلیم ہے۔ وہ فکر و تدبیر کی دعوت دیتا ہے اور احتمان غفلت کیشیوں کا سخت دھمن ہے لیکن اصل کار فرماشہ خدا پرستی ہے۔ اللہ سے رشتہ استوار نہیں کرو گے تو اچھی سے اچھی ایکم اور بہتر سے بہتر تدبیر بھی اس طرح بیکار ہو گرہ جائے گی جیسے سڑے ہوئے دہی سے اچھے سے اچھا سالن بیکار ہو جاتا ہے۔

قابل مراسنگارنے یہ جو تفہیمت کی ہے کہ مسلمانوں کو ایسے ملکیت مسائل یہیں کے حالات کے مطابق حل کرنے ہوں گے اس سے مکمل طور پر اتفاق رکھنے کے باوجود ہم یہ کچھ سے قاصر ہیں کہ اس تفہیمت کا آخر موقع کیا تھا۔ کیا ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی گروہ یا کوئی قابل ذکر فرد ایسا بھی ہو جو یہ خیال ظاہر کرتا ہو کہ ہم لپیٹ مسائل کسی اور ملک کے حالات کی روشنی میں حل کریں گے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس نوع کی تفہیمت یہ شبہ پیدا کرتی ہے۔

اعمال قدر آن کی ضد۔ ایک ہر فن مغرب کے مادہ پر ستانی طرز فکر کی اندر میں تقلیل۔ دوسرا طرف بدعات و تشرکیات کا زور بیرون پر عدید ہیں۔ درگاہوں پر مسیلے جن اعمال و اشغال کو اسلام نہ اولیں اہمیت دی تھی ان سے لا پرواں اور جن کی تیزیت شانوں تھی اپنے شدت و اصرار، عقائد میں غلو۔ اعمال میں یا کہ رخاں۔ آیات کی تفسیر اور احادیث کی تشریح تک میں اہمیت کے نفس کی پسیروی۔ اخلاق تنگ، زبانیں لمح۔ نفاق ہی نفاق کج روی ہی کج روی۔ اس روشن بغاوت پر آقائے کائنات جو بھی سزا دے سکے ہی ہے ابھی تیجنا غلط ہرگاہ کہ ہم ہندوستانی مسلمان ذلت و نکبت کے آخری مرحلے میں تائیج کچکے ہیں۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کردار و عقائد کا الگ ہی عالم رہا۔ خدا پرستی کے عوض انسان پرستی کی لعنت یہ بھی فسرا داں رہی، دین کے نام پر گناہ و فتن کی گرم بازاری اور اولیاء اللہ کے نام پر شرک و بدعت کی ریلیں یہ بھی دھوپیں چھاتی رہیں تو قدرت کے وہ ہولناک کوڑے بھی ہم برخورد بررسیں گے جن کی شدت و قہر مانی کے آگے آفات و بیانات کی موجودہ بارش شاخ گل کی امکھیلیوں سے زیادہ تیزیت نہیں رکھتی۔ تیجنا محض بھولاپن ہے کہ جن آذات کا ہم شکار ہیں ان کی مثال ہی ہماری تاریخ میں نہیں ملتی۔ بے شک ہماری مصیبتوں اور اچھیں اس عین میں توہنی کی ہر اسلام سے جدا ہیں جن عینی میں ہر طوع ہونے والی صحیح بچھلی تمام صحوں سے جدا ہوتی ہے۔ ۱۹۴۲ء پہلے بھی نہیں آیا اس لحاظ سے اسے بظیر اور یکتا کہہ لیجئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلم مسلم نے آفت و ابتلاء کی بے شمار کڑیاں جھیلی ہیں اور اس سے بہت زیادہ سخت جوادت و آلام کا سامنا کیا جائے جس سے وہ اس وقت دوچار ہے۔ جو ہر اعیار سے موجودہ مصیبتوں اور تھکھلے دور کی مصیبتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں ظاہری سطح اور جسمی ذری تفصیلات کا فرق ضرور ہے۔

قابل مراسنگار نے جس نوع کی تجویز ہیں فرمائی ہیں انکی افادیت سے ہمیں انکار نہیں۔ ہماری یہ خواہش بھی ہے کہ ان پر خور کیا جائے اور قابیں عمل اجزا اور کو جامہ عمل پہنا یا جائے لیکن اصل اُن تجویزوں کی تیزیت ہمارے نزدیک سرزمی کے اُس چھاتے کی سی جو کینسر کے زخم پر رکھا جائے۔ معنوی مر ہمیں سے کینسر جیسے زخموں کا

مازیں نماز اور اس کے متعلقات یعنی دعو، جماعت اور صحیح طریقہ نماز کی تفصیل۔ ضروری مسائل۔

ہدایات بچوں اور بڑوں سب کے لئے مفید۔ چھ آنے۔

بزم پیغمبر ص منتخب احادیث رسول کا مجموعہ مفید

ترجمہ و تشریح کے مباحث۔ سوار و پیہ

ناسک حج حج کے متعلق امام ابن تیمیہ کے تحقیقات

افتضالات۔ مجلد تین روپے

عمر و بن العاص اس صحابی رسول ص فاتح مصر تلوار کے دھنی اور بلند پایہ مدبر کی داستان

حیات جسے خود اللہ کے رسول نے مد بر اسلام کے خطاب کے نواز ابے حد دلچسپ اثر ایگز اور منت۔ مجلد دو روپے۔

حنفی سلم حضرت امام غزالیؒ کی مفید ترین عربی تالیف کا

اردو ترجمہ۔ اسلام کے پسندیدہ مودودہ اخلاقی آداب اطهوار کی ایمان اور ذہنی تفصیل۔ پانچ روپے

مکتبہ تجھی۔ دیوبند (لیو پی)

کفار صن مراسلہ نگار بھی شوری یا غیر شوری طور پر ان بدہنہاد اور دنی فطرت لوگوں کی تائید کر رہے ہیں جو اسی طرح کی لغوباتیں انسانی فاسد نیت سے کرتے رہتے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کو اگر اسلام کے رشتے سے تمام ہی دنیا کے مسلمانوں سے ایک ذہنی رابطہ ہے اور سر زمین جماز کو وہ دنیا کے ہر خطے سے مکرم و معزز مانتے ہیں تو اسے ایک قابل اعتراض بات ٹھیک اگر نصیحتوں کے فرٹ کھوئے جائے ہیں۔

صاحبہ مراسلہ کی یہ تنبیہ بھی محل ہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی پُرانی ذہنیت بدلنی ہو گی۔

پُرانی ذہنیت یعنی چہ؟

دودھ کا سلاچھا جو بھی چونکہ پھونک کر پیتا ہے۔ بڑی ذہنیت کو تبدیل کرنے کا درس چونکہ ہم نیتاوں اور ایمان فرشتوں سے بھی بہت ہی رذیل معنوں میں وقایہ وقت اسلام اور ہتھیں اسلئے جب تک باششخ نہ ہو ہماری بدگانی دُور نہیں ہوسکتی۔

اس غصہ صحبت میں ہم صرف اتنا ہی کہہ کر زبان بن کر لیتے ہیں گے مسلمانوں کی دنیا ان کے دین سے وابستہ ہے۔ دین اختیار کرو دنیا بھی مل جائے گی۔ کوئی ایسی ایکیم جس میں مسلمانوں کی دینی غفلت پر نظر نہ کی گئی ہو کسی پامہ امنفعت کی حامل نہیں ہو سکتی چاہیے وہ کتنی ہی خوبصورت اور دلکش ہو۔ نیزیر بھی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمان ہم صہیتوں کا علاج۔ جحدت مسلمان کے بھی زمانہ سازی اور حالات سے مطابقت کی کوششوں سے نہیں ہوا نہ ہو گا۔ حالات سے مطابقت کا وعظ ایک سفسطہ ہے۔

ایک دام ہم نگ زمین ہے مسلمان صرف ان حالات سے مطابقت پی اکر سکتا ہے جو اسلام سے مطابقت رکھتے ہوں رہے وہ حالات جو اسلام سے ملکراتے ہوں ان سے اپنا اخیر اسلام کے رُخ پر ہوڑنے کی جدوجہد کرنا، ان سے پنج کشی کرنا ہی علاج و ترقی کی راہ ہے چاہے اس آوریش میں اروپیں اور طویقہ دسالیں کے بازار ہی کیوں نہ لگ جائیں۔ ہم ایسی

مطابقت کے مویاہیں جس میں اسلام خارج نہ ہو، لیکن ایسی مطابقت کو بالکل پسند نہیں کرتے جس کی قمت میں ہمیں اسلامی اصول واقع را کے خزانے سے ایک جتہ بھی دینا پڑے۔

بچوں کے لئے خوشخبری

بچوں کا بہترین رسالہ۔ بچوں کا باغ "جودہ بی سے شائع ہوتا تھا ۱۹۷۶ء کے نازک دور میں بند کر دیا گیا تھا۔

لیکن اب پھر اس کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے۔

بہت حمد آپ کی خدمت میں پیش

کیا جائے گا

قیمت فی پرچہ چالینٹ نئے پیسے

سالانہ چندہ چاڑو روپے

چند لا اس پتہ پر بھیجیں۔

ماہنامہ "بچوں کا باغ" اردو بازار دہلی ملت

ایجٹ حضرات اپنی مظلوم پر تعداد سے فوراً مطلع کریں

تحقیق مزید

خلافت معاویہ و بنیاد کے مصنف محمود احمد عباسی کا دوسرا نقش عجیب تقریباً تین سو صفحہ اور پانچ ارباخ مطہرات کا تذکرہ۔ ان سب کی رائے تیزید کی خلافت اور حضرت حسینؑ کے خروج کی نسبت کیا تھی؟ خون غمانؑ کے تصاویر کے مسلسلیں حضرت عائشؓ اور دیگر علیل القدر صفا بپلنے جو قدم اٹھایا اس کے صحیح حالات کیا تھے؟ ایسے اہم سوالات کا تخفافانہ جواب۔ شیعی روایات کی مدلل تردید۔ ۶۵ بغاوتوں کے حالات، کئی چونکا دینے والے اکشافات اور عجیب حقائق۔ ہمیشہ، اسلوب دل کش، تقدیرگارا، فاضل مصنفوں حضرت علیؑ اور حضرت حسینؑ کے اختصار مدارک دادب کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ ضخامت کافی۔ قیمت جلد آٹھ روپے۔

الوار الباری امر و شرح صحیح البخاری

بخاری کی ایک عظیم اردو شرح کا سلسلہ الذہب۔ اعلیٰ درجہ کی تحقیق، تفہیم، تشریع۔ علماء اوز شاہ صاحبؒ محدث کے افادات سے ملالا۔ ابھی صرف مقدمے کی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں، لیکن یہی اپنی جگہ مقتنی معلومات اور لا جواب مواد سے لمبڑی ہیں۔ ہر ہر صفحہ دیکھنے سے تلقن رکھتی ہے۔ احادیث کے لئے یہ مقدمہ ایک عجیب اور نادر تھفہ ہے۔ دو دلوں جلدیں کی قیمت آٹھ روپے (مجلد دش روپے)

مولانا ابوالکاظم آزادؒ کی چند کتابیں

- اسلامی جمورویہ۔ ڈیڑھ روپیہ۔ مسئلہ خلافت۔ پانچ روپے۔ آزادؒ کی کہانی خود آزادؒ کی زبانی۔ ساٹپے۔ مقال آزاد۔
- دور روپے۔ نگارشات آزاد۔ چھروپے۔ عیدین۔ ڈیڑھ روپیہ۔ مضامین البلاغ۔ پونے چار روپے۔ امر بالمعروف
- ڈیڑھ روپیہ۔ شہید اعظم۔ ڈیڑھ روپیہ۔ صدائے رفتہ۔ سارٹھے تین روپے۔ انسانیت موت کے دروازے پر۔
- سارٹھے تین روپے۔ غبار خاطر۔ چھروپے۔ اصحاب کہف۔ ڈھانی روپے۔ ولادت نبوی مکمل۔ دور روپے۔ ام الکتاب۔
- پانچ روپے۔ مضامین آزاد۔ دور روپے۔ حضرت یوسف۔ سو اور روپے۔ مضامین الہلال۔ تین روپے بارہ آنے

نظام الملک طوسی

الیہ اسلام کے وزیر کبیر ابو علی حسن بن علی کی بسط مسووا تحریر۔ قابلِ اعتماد تاریخی موارد۔ مؤلفہ: مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری۔ مصنف البر مکہ۔ قیمت بارہ روپے۔

البر مکہ

مصنفہ: مولانا عبدالعزیز کانپوری۔ عالم اسلام کے نامور وزیر اخالد بریکی، بھی بریکی اور جعفر بریکی کو تھے انہوں نے عہد عباسیہن کی کیا کارہائے نایاب انجام دیتے۔ ان دانشور اور مدابر وزیر وکلے عروج وزوال کی تحریر انگریز و عبرت لانگرداشتان مکمل و مجلد باڑہ روپے۔

مقالات شیخ الہند

مولانا محمود الحسن شیخ الہند، جو بہت بڑے
شیخ الحدیث بھی تھے پہلے دھی کی حقیقت پر
گفتگو کرنے والے ہوتے نازک و غاصن گوشہ نمکی
تو ضمیح فرماتے ہیں۔ پھر اس علوم و معرفہ حدیث
لایمان لمن لا دینا نہ لے
جس میں دیانت نہیں اس میں یا ان نہیں
کی تقسیم و تشریع فرماتے ہیں۔ فکر انگیر
دیپذیر اور عالمانہ
فہمت ایک روپیہ

تفسیر حقاتی حاصل

مولانا عبد الحق حقانی حدیث دہلوی کی یہ
مشہور تفسیراب پانچ جلدیوں میں مکمل مل
سکتی ہے۔ مع مقدمہ۔
غیر مجلد کا پر ۲۷ روپیہ ہے، لیکن ۳۰
بسبب گنجائش صرف سالٹھ روپے کا
اعلان کرتے ہیں۔
پانچ جلدیوں میں مجلد طلب فرمائیں
تو ہر یہ شتر روپے ہو گا۔
آرڈر کے ساتھ اپناریوے اسیں ضرور
لکھنے۔ ڈاک سے خرچ بہت آتا ہے۔

لطائف علمیہ

حدیث شیر علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب الاذکار
کا ملیں ترجمہ۔ اس کتاب میں ذہانت و
فراسست، مزاج، بذله سخی اور حکمت مشتمل
دیچپ لطائف بیان کئے گئے ہیں۔ اسکے
متعلق امام ابن جوزیؒ ایک عظیم شخصیت
کے مالک تھے جن کے ہاتھ پر میں ہزار یہودیوں
اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔
مجلد پانچ روپے

القاموس الجديد

ایک رفع الشان اردو عربی دکشنری
بے شمار اردو الفاظ کے غریب متزاد فتاویٰ
کے علاوہ اس میں ضرب الامثال
محاورات اور زبان کے نئے تغیرات کا
لحاظ رکھا گیا ہے۔ ضروری مقامات پر
تصاویر کے ذریعہ مفہوم کو واضح کیا گیا
ہے۔ مفید، بیش قیمت اور جلیل القدر
عربی سیکھنے والوں کے لئے خاص تحفہ ہے۔
سات روپے

مکتبہ
تحریک
بلجی
دیوبند
(جی۔ ۴۵)

کھوٹے کھوٹے

قرآن پاک اور آسمانی پروازیں • تالیف:- جناب معین الدین رہبر فاروقی

ملٹے کاپتہ، معین الدین رہبر فاروقی۔ بیرون یا قوت پورہ محل اعلیٰ بن ۱۸۔ ۳۰۵ جیدر آباد کن۔

مخفات ۱۱۲ کاغذ سفید۔ لکھائی چھائی خیبت قیمت تین پیپے اس طرح کی کوششیں وقتاً فوقاً سامنے آئی رہی ہیں کلم و سائنس کی گوناگون دریافتتوں سے قرآن کا نصرت ہم آہنگ ہوتا دلخواجاتے بلکہ یہ بھی ثابت کیا جاتے کہ قرآن میں خود ایسے بنیادی اشارات اور اساسی ایکسافات موجود ہیں جن پر اصلی ترین تحقیق اور سائنسی تب و تاب کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

ہم نے ہمارا اس طرح کی کوششوں پر لے دئے کی ہے۔ ہمیں بالکل پسند نہیں ہے کہ قرآن کو اس کے اصل مضمون اور مقدمہ سے ہٹا کر ان مباحثت میں استعمال کیا جائے جن کے لئے وہ نازل نہیں ہوا۔ ایسا کرتے ہوئے بخود غلط حضرات مفسرین و محدثین اور علمائے سلف کے بالے میں جس طرح کی مونتاگنیاں فرماتے ہیں اسے بھی ہم بیزاریں۔

لیکن خوشی کی بات ہے کہ زیر تبصرہ کتاب کے متعلق ہماری رائے بری نہیں۔ اس میں بھی کوشش تو ہی کی گئی ہے کہ قرآن کا تافق مادی ترقیات اور سائنسی تگڑ دو کے میان میں بھی ثابت کیا جائے لیکن کوشش کا اندازہ بہت محاط، معتدل اور خوشنگوار، نہ مولف کو اصلاح سے کہنے نہ ہو دلائی کے زعم میں گرفتار ہیں۔ علمائے سلف کی عزت و حرمت اور ان کے علمی کارناموں کا اعتراض

کرتے ہوئے وہ میلے، ادب اور متأثت کے ساتھ اپنے وہ خیالات مولانا مودودی کے خلاف وہی فرسودہ بازاری اور تبغون تبرا پیش کرتے ہیں جن پر وہ کافی دماغ سوزی کے بعد پہنچ پیں یہ خیالات جاری ہی جسکے نظائر سے وجد ان سیم کوں بکایاں آئی ہیں۔ یا مسعود کم لاد، جاند رکھی ہیں اور دلائل سے مزتیں بھی۔

• از شیخ الحدیث مولانا ظفر اعتماد ناشر۔ پاکستان دارالکتب۔ جبل روڈ۔ جیدر آباد سنده (پاکستان) صفحہ ۱۶۔ لکھائی چھائی غیر معياری۔ قیمت ایک روپیہ بارہ نتے پیسے۔

اماک کے تیجیے سورہ فاتحہ طریقہ چاہئے یا نہیں۔ اس مسئلہ پر بیشمار بحثیں ہو چکی ہیں۔ احتراف مسلمان یہ ہے کہ طریقہ ہمیچا ہیتے اہم سلسلہ پر اگر خدا افراموشی کا ادارا سلطنت ہے تو یہ اور اس نوع کی دوسری فروعی بحثیں تقلیل دردسر نہ بن جاتیں بلکہ ہرگز وہ اپنے مسلمان پر صبر و شرافت کے ساتھ عمل کرتا رہتا ہے اسکے خلاف رہا ہے۔ خصوصاً اہل حدیث حضرات اس باب میں جا رہتے کے زیادہ شائق معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ زیر تبصرہ کتاب بھی ایک اہل حدیث ہی کی جا رہت کا دفاع ہے۔ انہوں نے تکمیل البریان کے نام سے ایک کتاب لکھ کر مولانا ظفر احمد صاحب کو باقاعدہ ڈاکتے ہیجی اب مولانا مصروف اس کا جواب تکمیل تو کیا کرتے۔ جواب عالمانہ اور مدلل ہے۔ لب دیجی بھی باوقار ہے حقی مسلمان کا اثبات ضبوط دلائل سے کیا گل ہے۔ مگر ہمیں نہیں ہے کوئی اہل حدیث جواب الجواب بھی لکھ گا۔ کیونکہ تجربہ ہی باتاتا ہے کہ اہل حدیث حضرات چپ ہونا نہیں جانتے۔

پھر من و علماء جس بے مغرب منطق اور دلیل مالائی اسلامیں استھنا بت کرتے ہیں وہ تو یوں بھی کسی ہوشمند مسلمان کے دماغ میں نہیں اُتر سکتا کہ اسے تردیدی دلائل کی حاجت ہے اگر کچھ جاہتے کہ شامت کے ماتے بعض جاہل اور غبی مسلمان تناسخ کا بہت بن سکتے ہیں۔ لہذا ان کے لئے حافظ صاحب کا فرقہ مفید ہے گا تو یہ بھی اس اونچی نگارش کے ذریعہ ممکن نہیں ہے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ شامت زدہ تردد چار صفحات بھی سمجھنا تو درکثار ہے جس کے لغیر طریقہ بھی نہ ممکن گے بعض مسائل میں ہم سے حافظ صاحب کا اختلاف متظر ہا کہ آجھا ہے اس لئے شاید کچھ لوگ ہماری اسلامی عقیدے کو اسی اختلاف کا تمثیل سمجھتے ہیں۔ حاشا ثم حاشا۔ ہم نے حافظ صاحب کی ایسی کوششوں کو سمجھی پس از ہمارے اور اس بھی سراہتے ہیں۔ مگر یہ بات ہماری نافع مقل میں نہیں آسکی ہے کہ اس نوع کے خاص ہمروں یا کتابوں سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ تناسخ ہو یا ہندوؤں کا کوئی اور عقیدہ اس کے رکے دو ہی مقصود ہو سکتے ہیں۔ یا تو بعض کم سمجھ مسلمانوں کو ان کی پیش سے چانا یا پھر دردیدہ ہوئے عرضین کو جواب دینا۔ دلوں ہی صورتوں میں لفتگو اسی لب و لہجہ اور اشارات میں ہونی چاہئے جسے خاطبین سمجھ سکیں، مثلاً سو احمدی دیانت روحی یا کسی اور ہماشنے اگر اسلامی عقائد کے مقابل غیر اسلامی عقائد کو حق شابت کرنے کی سعی کی ہے تو اس کے مکمل غلط اثرات کا ازالہ اسی تنقیدوں سے تو نہیں ہو سکتا جن کی بازگشت ان غلط اشارات کا سکن بننے والے اذمان و قلوب تک پہنچنی ہی مکن نہ ہو۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ایسی تنقیدوں کو ہندوی کاروبار دیکھنے والے سے زیادہ عام کیا جائے اور اگر وسائل کی کمی اسیں مانع ہے تو اردویں لکھنا کوئی حقیقی افادت ایسی وقت رکھ سکتا ہے جب زبان و انتہا اتنی بلکی چلکی اور عام ہم ہو کہ ہندو حضرات بھی اسے سمجھ سکیں اور وہ کم علم و کم عقل مسلمان بھی اسکی کھڑائی میں اُتر سکیں جن کے باسے میں اندریشہ ہو سکتا ہے کہ وہ بعض ہندو علماء کے جارحانہ انکار کا خشکار ہو گئے ہوں گے یا آگے کو ہو جائیں گے۔ بحالت موجودہ تو اس کے سوا کوئی فائدہ

ضروری نہیں ہے کہ فاضل تولف نے جس آیت سے جو کچھ سمجھا ہے اور جس لفظ کو ایک خاص فرموم کا حامل مگان کیا ہے اس سے ہر شخص تقاضی کرے بعض طالب لینے ہیں جن پر مزید غور و تکری کی ضرورت تھی تاہم جتنا کچھ جس انداز میں پیش کیا گیا ہے لائق تعریف ہے۔ خدا کے کتاب مقبول ہوا اور تولف کو دارین میں اس کا اجر ملے۔ قیمت کچھ زیادہ ہے۔ ڈھانی روپے رکھی جاتی تو مناسب ہوتی۔

انوار اسلام کی خصوصی ایت [ماہنامہ الاز اسلام حجاب] [حافظ امام الدین رام نگری]

کی ادارت میں رام نگری سے نکلا ہے اور اس حافظ سے الفرادیت کا مثال ہے کہ اس میں حجاب مدد ہندو آئیڈی لوگوں کے مقابلہ مسلم کی طرف سے قاع کرتے ہیں۔ موصوف ہندی خوب جانتے ہیں ملے بعض ہندوی کتابوں کے اسلام و مدنی طالب پر انہوں نے خوب خوب نقد کیا ہے۔

اب پیش نظر اشاعت بھی ہندووں کے ایک خاص عقیدے "آواگن" ہی کے جائزہ پر متعلق ہے۔ آواگن تناسخ کو کہتے ہیں اور حافظ صاحب نے بعض ہندو عالمیوں کے دعاوی و برآہیں پر نقد کرستے ہوئے اس عقیدے کا بطلال کیا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ حافظ صاحب کی تقدیمیں اکرجنانہ اور ہوتی ہیں اور ہنر و اندیشکانہ عقائد کا نقد تو ان کا خاص ہو ضریع بن گیا ہے۔ یہ تنقید بھی کافی جاندار ہے۔ دو دو کا دو دوہ اور پانی کا پانی بگرنے میں موصوف خاصے کا میاب نہیں ہے۔ لیکن ایک پیچیدگی ہم سے حل نہیں ہو رہی۔ حافظ صاحب نے اپنی تقدیمیں جزو بان استعمال کی ہے وہ وہی ہے جسے پڑھتے لکھ مسلمان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی غیر مسلم تو شاید اور دو کا ایم۔ اے کر کے بھی اس کے بعض الفاظ اور جملوں پر مشکل ہو جائے سمجھ کے۔ موصوع فالص نظری ہونے کے باعث بحث تو یوں بھی فلسفہ و منطق کی دشواری کا زار ہوں گے لذتی ہی تھی، لیکن حافظ صاحب نے یہ بھی کوشش نہیں کی کہ جن مشکل الفاظ کے سهل مرادفاتی آسانی مل سکتے ہیں، انہی کو سہی بنلتے چلے جائیں۔ مثلاً تخلیق۔ لفاظی۔ جسم و قدر۔ تنافق وغیرہ۔ ایسی صورت میں یہ کتاب نماشافت آخر کن لوگوں کے لئے ہے۔ ظاہر ہے کہ تناسخ کا عقیدہ ایسا نہیں جس کے بطلان سے پڑھتے لکھ مسلمان ناواقف ہوں۔

کے ترجموں سے اصل کا لطف اٹھانا ممکن نہیں ہے، بلکہ بعض فن پائے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ترجمہ اصل زبان نہ جانتے والوں کے لئے اضحوک اور عجیب بنا کر رہ جاتا ہے۔ یہی صورت حال "تجددید الحجۃ" کی بعض تفہیں پڑھکر ہیں بھی پیش آئی ہے اور یقین ہے کہ دوسرے ناظرین کو بھی پیش آئے گی۔ لیکن اس سے اُس مقصد پر حرف نہیں آتا جس کے تحت یہ خود مرتب کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے جب میں کیطرف پستول کی نال اٹھی ہوئی ہو تو صاف گوئی طریقہ ہیں ہے۔ طاقت و رضیر اگر طرب کر کوئی آواز اٹھاتے گا بھی تو وہ زبان یہ اکبر ہم الفاظ میں داخل جائے گی اور رسمت گوئی کا حذیرہ اشارہ و کنایہ کی آڑ لینے پر جبور ہو گا۔ اس کے باوجود یہ اشاراتی تنظیم اشتراکی جبرد طغیان کے لئے ایک اٹل شہادت فراہم کرتی ہے۔ اشارے کہیں بھی آتی ہے اور رونا بھی۔

شروع میں گوپاں مثل صاحبکے مختصر لینک بلیغ پیش نظر کے علاوہ خود مرتب کا اقتدار ہی ہے خوفصل اور نکل انگریز ہے۔ طباعت و کتابت میں بڑا انتہام کیا گیا ہے۔ ترجمے بعض مقالات پر بہت عمدہ ہیں، کہیں کہیں ایسے جھولدار بھی ہیں کہ ترقیں اُنھیں بہتر نہ یا جاسکتا تھا۔

اوّل خی در کائنیں ● مصنف: - صدقی الحسن گیلانی -
● مرتب: - اسعد گیلانی -

● ناشر: - آزاد دیک ڈپو۔ سرگودھا (پاکستان)
● محتوى کا محتوى: - بساط ادب۔ چوک انار کلی بلا ہو۔ صفحات ۱۱۷
اسعد گیلانی تو پڑھ لکھے ملقوں میں معروف ہیں ہی ان کے پڑھے جانی صدیق الحسن گیلانی بھی اپنی نہیں ہیں۔ وہ وقاً و قتاً اپنے طرز پر لکھتے رہے ہیں اور اسکی نگارشات کا کچھ حصہ ان برادر خود اسعد صاحب نے زیر تبصرہ مجھے کی شکل میں پیش فرایا ہے۔ اسلام پسندادیوں میں طنز و مزاح کی زلفت چلیاں سوار نے والوں کی بہت کی ہے۔ معیار اعلیٰ قودور کی بات ہے معیار تو سط پر بھی معنوں دے چند ہی نظر کتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ نظر و مزاح کافی بننا ہوتا آسان اور بے بھاؤ ہے اتنا ہی شکل اور ہنگا بھی ہے۔

ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ انوار اسلام کے کچھ ناظرین حافظ صاحب کے واد داہ سے نواز دیں۔ اگر حافظ صاحب کے پیش نظر یہ بات ہو تو کوئی ذی حیثیت مسلمان ان کی تقدیر کا ہندی ترجمہ کر لے کر مناسب حلقوں میں پھیلائی تب بھی انھیں انشاء اتنی سلیمانی اور عام فہم استعمال کرنی چلے ہیے تھی کہ ترجمہ آسانی سے ہو سکے۔

زیر تبصرہ اشاعت کا سائز کتابی ہے (نماول سائز)
صفحات ۱۱۲ ابتدائی تین درج رفت ہیں باقی گلگیڑ۔ قیمت ایک روپیہ ہے۔ یہ اشاعت انوار اسلام کی دو اشاعتی کی ففات کرتی ہے۔ تابعیت و طباعت معیاری نہیں ہے۔ انوار اسلام کا سالانہ چندہ چار روپے ہے اور فوج پر چھائی۔

تجددید الحجۃ ● مترجمین: - جلیس عابدی محمد سعیدی

● نظر شافی: - گوپاں مثل ● کاغذ طباعت، کتابت شاندار۔

● صفحات ۲۶۲ سائز ۲۶۵ ● کرچ کی جلد۔ قیمت پانچ روپے۔

● شاعر کردا: - مکتبہ تحریک۔ الزباری مارکیٹ - دہلی۔

کیونز مرنے اپنے دائرہ اقتدار میں دوسرا آزاد بیوں کی طرح شعرو ادب کی آزادی کو بھی یہری طریقہ کھلاہے اور فنکاروں کو ایک ایسا فن پیش کرنے پر جھوکیا ہے جو خالصہ کیونز مرن کا تھیہ ہے ہو تو گراسکے باوجود تمام ضمروں کو مکمل طور پر کلی ڈالنا اور دل دماغ کو سخن کر دالنا بہت سخت ہے۔ کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سر پر لٹکی ہوئی تلوار کے باوجود اشارہ و کنائے میں سچائی کا دکڑ کر ہی ڈالتے ہیں۔ اس کتاب میں ایسی ہی نظریں جمع کی گئی ہیں جن میں اشتراکی دنیا کے تاپک ترین حقائق کے اشارے اور بے انداز جبر و تشکیل کے خلاف دبی دبی فسیریا دین، طنز اور استعارے پائے جاتے ہیں۔ ان نظموں کے ہنپڑے والے روس، ہنگری، پولینڈ، زیکو سلاویکیا، رومانیہ، بلغاریہ اور شرقی چرمی کے نزد انہوں میں طوق و سلاسل کی شدید گلہ بند کے باوجود دگاہے گاہے دل کو زبان پر سلے آتے ہیں۔ مگر صراحت کے ساتھ کچھ کہنا ممکن ہی نہیں تھا۔ اشارات اور کنایوں ہی سے محبوہ اکام لینا پڑتا ہے۔

ہر بلک و قوم کی شاعری اپنے کچھ مسلمات، کچھ انفرادی زافیت کچھ تبلیغیں، کچھ اصطلاحیں اور کچھ اسلوب رکھتی ہے اس لئے منظومات

باظل کے نئے

کس دنیا میں رہتے ہیں وہ شیعہ جوزبان کو حق کیلئے استعمال کرتے ہیں؟ ۔ ہمارا علم و مشاہدہ تو یہ ہے کہ حق کو شیعوں کی زبان نے جس ڈھنائی اور پلر الدینی کے ساتھ ذبح کیا ہے دنیا میں اس کی مثال نہیں ہے۔ صحابہؓ کو جایساں دینا طاہر ہے زبان ہی کے استعمال کے دائرے میں آتا ہے۔ بدگونی و گنہ دہمی جس فرقے کے عقائد ضروریہ میں شامل ہواں کی زبان حق کے لئے کیا ٹھیکیں۔ ہمارا خال یہ ہے کہ حدیث صاحب کسی خاص زاویہ نظر سے یہ فقرہ لکھ گئے ہیں ورنہ سیدھے سادھے حقائق تو اس کا ساتھ نہیں دیتے۔

شیعی فرقے کے باسے میں ایک دلچسپ فرقہ:-

”کوہار کو امام غائب کے ساتھ ہی غائب کر جائیے اور دونوں کے انتظار میں آنکھیں لگائے تماں احکام دین کو الوداع کہیج کاہے۔“

ایمیت اسلام پر حلقوں میں دلچسپ و مفید رشادات کا یہ جمیع پسندیدگی کی نظر وہ سے دیکھا جائے گا۔

چوکھٹ کے اندر مجموع صفحات ۹۶۔ قیمت ایک روپیہ۔ شائعہ کردہ۔ آزاد بکٹ پو۔ بلاک نمبر ۲ سرگز و ہزار (پاکستان)

اس تجویز میں ایسے چھوٹے چھوٹے مفہماں میں جنہیں ذوق افسانہ کا جا سکتا ہے نہ مقالہ۔ افسانوی اور سیم افسانوی اور ایں محترم صفت، نے بعض واقعات وحوادث کا صلاحی نقطہ نظر سے بیش کیا ہے۔ طرز بخارش پر سوزار موت نہیں ہے۔ اندر نکر پاکیزہ ہے۔ پڑھنے والوں کے لئے ان کے سترھر قلم پاکے مفید اثرات کے حامل ہیں۔

کتاب کا نام ہمیں پسند نہیں آیا۔ روشن عام کے باطابن تجویز میں شامل ایک حصہ میں کے عنوان کو کتاب کا عنوان بنادیا گیا ہے۔ یہ عنوان ترقی پسند اور نفع کا ہے۔ ”چوکھٹ“ تو دروازے کے چوبی فرم کو لکھتے ہیں۔ ”ھٹکے اندرا“ ادا و خانہ“ کا مفہوم ”چوکھٹ کے اندر سے ادا کرنا ٹھیک نہیں۔ ہم خواتین سے اس کتاب کو پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

بہت غمیت ہے کہ اسلام پسند ہیوں کی صرف میں صدیق الحسن صاحب جیسے صفات بھی موجود ہیں جن کے طرز و مزاج میں لطفت نہ ہوتی کا خوشگوار امتحان ہے اور ہمیں کہیں تو معاشر اعلیٰ کی بھی جھلکیاں مل جاتی ہیں۔ ان کے شہ پارے پڑھا کر ہمیں ان کی ہانت بالغ نظری اور گھری قوت مشاہدہ کا قائل ہو جانا پڑا۔ یہ الگ ہے کہ انشاء اور اسلوب کا چاہیں جگہ جگہ نہیں ہے۔ وہ شاید جلد بازی میں ناک کو اکثر سیدھے سادھے طریقہ پر پکڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ طرز و مزاج ہی دہ مید ان ہے جو میں ناک کو گردان کے پیچھے سے پکڑنا لطف دیتا ہے اور الگ کوئی اس سے بھی زیادہ گھسا کا طریقہ اختیار کرے تو لطفت دو یا لا ہو جاتا ہے۔

صدیق الحسن صاحب۔ اسلام پسند ہیں اس لئے ان کا طرز و مزاج بے مقصد ہیں بلکہ مکمل طور پر مقصودی ہے۔ ہر شے بارہ کسی اخلاقی قدر سے جوڑ رکھتا ہے اور ہر ہستم کے پیچے ایک نوہ، ایک احتیاج نہیاں نظر آتا ہے۔ مزدوری یہ ہے کہ مقصد کو رسمی گھوٹکہ میں چھپتے رکھنے کی بجائے وہ بسا اوقات عربی مکارے رکھ دیتے ہیں۔ مقصد کی عربی و عظمی تو زیریں دیتی ہے مگر ادبی فن پاروں میں ھٹل جاتی ہے۔

حائل بصیرہ یہ ہے کہ صدیق الحسن صاحب کے قلم پارے دلچسپ بھی ہیں، وضیع بھی۔ سبی آموز بھی ہیں، بہجت افرزو بھی۔ انکا شہرہ تیر، نگاہ دوہیں اور ذہن چاق چوبنده ہے۔ کاش قلم کا قطع بھی سیلے اور محنت سے رکھا گیا ہے تا وہ اسلام پسند ہیوں کے طبقے میں طرز و مزاج کے امام بن سکتے تھے۔

سبے آخرین فہموں ”مسلمانوں کے مذہبی فرقے“ ختہ سا ہے مگر ترور نگاہی کے اعتبار سے اس لائن تھا کہ اسے شروع میں رکھا جاتا۔ سئی، اہل حدیث اور شیعہ ہیوں فرقوں کے ثغر مکمل اور فضیلت کا جائزہ بڑی صاحب نظری کے ساتھ لیا گیا ہے۔ خصوصاً اہل حدیث کے جائزے میں تو بالغ نگاہی کا کمال ہی کر دکھایا ہے۔

البتہ شیعوں کے جائزے میں تم صرف ایک فرقے سے متفق نہیں ہو سکے۔

”زبان کو حق کے لئے استعمال کرتا ہے اور ہاتھوں کو

رخڑ رہا اسٹ - سٹینن اسٹنڈر - یہ ہر ان چھ صفحین کے نام ان کی خود نوشت رواد دین ترجمہ کر کے اس کتاب میں جمع کی گئی ہے۔ ہر مرداد اپنی جگہ سیارہ عترت ہے۔ بہت دلچسپی کی حقیقت افرور - ترجمہ بہت نفیس ہے۔

ایک نوونہ :-

"ہم میں سے ہر ایک کو کم سے کم ایک ساتھی کا عمل ضرور ہے جس نے اپنی بصیرتی کے باوجود درہ میں کے قلام خاوریں جان دی، جاسوس فرار دئے جانے کے بعد گولی کا شاندہ بنایا صرف لاپتہ پیروگی، لیکن جیت ہے کہ ان سب کے باوجود جمیوری ملکوں میں عالمی مذاقہ کی معمولی سے معمولی خاصی پر ہم غصہ سے نکلا جاتے ہیں۔ اس کی نہاد میں زمین آسمان ایک بحدیث ہے میں لیکن دنیا کے چھٹے حصے میں جو سو شش ہونے کا مدعا ہے ہماسے ساتھیوں کی مزادر و سما کے بغیر ہوتا ہے اطمینان قلب کو بالکل برہم ہیں کرتی اور ہم چب چاپ اسے برداشت کر لیتے ہیں۔

روس میں جتنے انقلابی لاک ہوتے یا ملائیوں کی زندگی سب کرنے پر جبور ہوتے اس کی نظر دنیا کے کسی ملکے کسی دو میں بہیں ملتی۔ ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو وہ بھی سات سال تک ارسکی جھنڈے کے تلے کیتے جانے والے ہر جنم اور حماقت کا جواز میں گرتا ہے میرے لئے ان نیک دل اور ذہن لوگوں کی حدیباتی شبہ دہ بازی اتنی روح فرما سے کہ اسکے مقابلے میں سادہ لوح لوگوں کے وحیا نہظالم بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ "ڈھلہ ۸۲ آر تھر کوشل"

لیوان صبر | بعض مرتبہ تبصرہ نگاری پر چکریں پڑ جاتا ہے اب اسی کو لیجئے۔ اس جموجمعہ شعری پر تبصرہ کا مقام انشدید ہے لیکن اس کے شروع ہی میں صاحب جموجمعہ اپر اپنا تبصرہ صاحبے خود دی گذرا شعر کے عنوان سے جو سطور دی ہیں وہ یہ ہیں:-

ترجمہ از - گپال استل - **تھحر کے دیوتا** ناشری - نیشنل اکڈی - ۹ - الفساری مارکیٹ - دریاگنج - دہلی - صفحات لہٰٹا کاغذ سفید - لکھائی چھپائی مناسب - قیمت ایک روپیہ۔

اس کتاب میں چھ ایسے مغزی صفحین کی اپ بیتیاں جمع کی گئی ہیں جھوٹوں نے کیون نرم قیوں کیا، خاص درست تک اس کے لئے ۱۴ کرتے رہے اور پھر اس سے تو پہ کریں۔

بیساکہ اہل نظر خوب جاتے ہیں یہ اپ بیتیاں بھی اسی حقیقت کی توثیق کرتی ہیں کہ باضیر اور ہوشمند لوگ کیون نرم کو اس لئے قیوں نہیں کرتے کہ اس کے اصول و فروع کی علمی و عقلی برتری پر انہیں یقین آگیا ہے، بلکہ یہ قولیت عموماً ایک جذبہ جھوٹ مرتضی ہوتی ہے اور اس پھولیت کا مامہر شپورہ وہ مایوسی اور بردالی ہو اگر تی ہے جو کسی اشتار پر یہ معاشرے میں بے عقیدگی اور بے اصولی کے شیخ میں ٹھوڑ پیدا ہوتی ہے۔ عیسائیت اپنے غلط کوش اور کچلک پروردی کے باھوں ایک ایسا ماء فاسد بکریہ کی ہے استعمال کرتے ہیں کے لئے ضمیری ہے حسی اور ذہنی جمادات سرطاناً لازم ہے۔

ہر معاشرے میں کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ضرور موجود ہوتے ہیں جو اپنے ضمیر کی چیجن اور اپنے ذہنی اضطراب کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہی لوگ جب سماج میں عقیدے اور اصول کا بھیانک خلا محسوس کرتے ہیں تو اس خلا کو پور کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ ایک پیاسا پالی میسرتہ آئنے پر سراب کی طرف دوڑے تو یہ قدرتی فعل ہو گا۔ اس کتاب کی آپ بیتیاں بھی بھی بتاتی ہیں کہ اسکے مصنفین کی روحاںی تشکیل جب عیسائیت کے ماء سورتے نہ مجھ سکن تو وہ کہیونہ کے سراب کی سمت بڑھ گئے۔ پھر اس سراب کی حقیقت سے آشنا ہونے کے بعد وہ مایوس و دل گرفتہ داپس لوٹے کیونکہ یہ سراب ایسے سیال رہتے ہے عبارت تھا جو موہیں ضرور اڑتا ہے مگر ان بوجہ کا سیلان جاری رکھنے کے لئے ناکری ہے کہ ضمیر روح، قلب اور احساساتِ لطیف کا شیخ لیوان میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس لہو کے بغیر یہ موہیں اسی طرح جامد ہو جاتی ہیں جس طرح ٹھوٹا ہوا تار کوں آجھ کم ہوتے ہیں جتنا شروع ہو جاتا ہے۔ آر تھر کوشل آندرے زرید - لوئی فشر - الگا زی سلوٹے۔

رشتہ نظم میں پر ورنے کے لائق ہے اور کوشاں ملا اُت۔
متوسط ہے۔

یہ رب کے دھنی سرو جیو کیا شان ہے یہ اللہ وغیری
ہیں آپ ہی زینت عرش علٰی سردار دعائم خوبی
سوائے اس کے کچبی اور غنی میں "دھنی" کا جوڑ لگادیا ہے
اور "یہ رب کے دھنی" کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ — حضور مسیح یہ نسبت
عش کہنا ایسی بمالغہ آرائی ہے جس سے پرمیز کرنا چاہئے۔
کیا چونگ جس نے ہم کو اُک آفت ہے وہ لڑکا
خبر کیا دست و پاکی ہو پتہ سر کا نہ ہے ہدھڑ کا

نظارہ اس کے جو بن کا کیں جس نے وہی پھر مل کا
غضب باکی اداوا لائے شوخ و شنگ وہ لڑکا
اس کے علاوہ کہ اس طرح کے شعر "غل" کے ساتھ تصحیح ہیں یہیں
شرم بھی آئی اور حیرت بھی ہوئی۔ شرم اس بات پر کہ ایرانی ذوق
کا ایک ھٹلاناظاً ہر کسی ایسے شاعر کے لئے تو ہرگز موزوں نہیں جسکے
شرع قسم کے فوٹو سے برائق رس ڈپکتا ہے اور حیرت اس پر کہ اس طرح
کے داہی اشعار الگ کسی خاص دور میں کسی خاص تحریک کے تحت جادہ
ہو ہی گئے تھے تو اب گہن سالی میں صبر صاحب کو اس کا احساس
کیوں نہ ہو اک ایسے شعروں کو اپنے جھوٹے میں چھاپنا تو درکار انھیں کسی
ایک آدمی کے آگے زبان سے نکالنا بھی اپنی ثقاہت ملتا اور
خوش نہادی کو ذبح کرنے کے مراد ہے۔

قرار آیا کسی صورت مذکور روح کو اپنے
قص میں کلبلد کے ہے طاری و زندگ پھر کا
بنایا جن کو درشن دل خدا نہ وہ تو روشن ہیں
کوچک باتیں کے مشعل دیکھئے تو رجہ کو درڈ کا
بخت گردش میں رہا قدر یہ جکر میں رہی
راہ الفت میں قدم رکھنے لگے منحوس تھا
ابہمیتے زخم کے ائمہ ہوتے چھائے ہیں سب
ہے نلک پیوند میرے زخم دامندار کا
یہ غم کی جو دیوار مرے دل میں ھٹڑی ہے
آسان سہنے تھے تو طنا اس آہنی سد کا
چشم پر اضنوں سے وہ بت ساری فن ہو گی
اس کی آنکھیں دیکھ لیں جس نے بربن ہو گیں

"حضرات قارئین اور خصوصاً شعراء کے امکنیت
میں تودباثہ المیاس ہے کہ اگر دیوان ہے میں کوئی غلطی
لطفی یا معفوی جو میری ناداقیت کی وجہ سے پائیں تو
یہ۔ اعزاز افاقت سے معاف نہیں۔"

اس کے بعد تصریح کی جگہ اسی کیا رہ ہجاتی ہے
اس کے وہ کبھی صبر صاحب اپنی فتنی صلاحیتوں کے
باہر چڑھانے کی اس ناقدری کا شکار ہیں وہ ہر حساس اور شریف
آدمی۔ اندرونی و ہمدردی ہی کے جذبات ابھار سکتی ہے۔ ایسے
تم وہ اذ جذبے درمیان میں آبائیں تو تصریح کی بے رحم حرمت
کاریوں کا موقع کہاں؟

تامم طبیعتی طبیعتی ہے۔ ہم تصریح کا مطالبہ سے دبتے
دبتے ضرور پور اکمیں گے۔

سب سے پہلی چیز جو ہمیں ھٹکی یہی مذکورہ "گزارش" ہے۔
حیرت ہے اتنا مشاہد اور پرانا شاعر نہ کے چند بچھے تھے جسے
لکھنے پر تاریخی، دوسری چیز ہمیں کہ مولانا اسعد اللہ صفا
کی تقریباً ایک صفحے کی معمولی سی تقریبی پر یہ سترخی دی گئی ہے۔
"اقریظاً افادات علم بلا غرر رقم سلطان کشور
سخدا نی سریما رائے ملک معانی تاج البلقاء سراج
الاولیاء جانب حضرت الحاج مولانا مولی محمد سعد اللہ
سماجی، ناظم بد مردم مقاہلہ العلوم سہار نبور۔"

"افادات علم" ہمارے لئے منی ترکیب ہے۔ ہو سکتا ہے
"علم" کا تعلم بن گیا ہو۔ مگر اسے پاریکیوں سے قطع نظر اس
عنوان کا طبول و عرض اور الفاظ کی مخصوص نویسیت ہی یہ افع
کرنے کے لئے بالکل کافی ہے کہ ان کا رقم کرنے والا ابتدی تصور
سال پہلے کی دنیا میں رہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ یعنوان، اس حقیقت
کا بھی غلط ہے کہ جناب صبر خانی الفاظ کے میدان کے شہسوار ہیں۔
— ھٹکی، ھٹکی، اور ھٹکی الفاظ — دیوان کا جستہ جستہ مطالعہ
کرنے کے بعد اس کی تصدری بھی ہو گئی۔ ان کی شاعری حفص الفاظ
کا بھوئے ہے۔ ایسے الفاظ جھینیں تغزل، سوز اور گدا جھوکر نہیں
گیا۔ وہ کہنہ مشت ہیں لیکن اس پہلو پر توجہ کرنے کو انھیوں نے
شاید شروع ہی سے خارج از بحث قرار دے رکھا ہے کہ کوئی لفظ

قیامت کرنا محاورہ ہے "لکھتا" نہیں۔

میں نہ سرست شراب عیش اک دن ہو سکا
ساغر دل میرا پہلو بیس مرے معلکوں تھا
"معکوس" یہاں "واڑگوں" کے معنی میں صحیح استعمال
نہیں ہوا ہے۔

جب سے پابند اسے شرم و حیا کا دیکھا

ہم نے دیوار نپھر شان خدا کا دیکھا

"دیدار دیکھنا" — "استفادہ مغل کرنا" جیسی بات ہے

مغل تبصرہ یہ کہ پیش نظر مجموعہ ان لوگوں کے لئے تو مفید

ہوگا جو تسلیمِ ذوق کی بجائے ضرورتہ شرط پڑھتے ہوں یا جھیں

شعری میدان میں ٹھیکے باخنوں سے دلچسپی ہو، لیکن وہ لوگ

اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے جن کے نزدیک شعر کا سلاکام

روح کے کسی تار کو کھڑپڑا اور وحدان پر شتم پہکانا ہے۔ یہی بڑی

کوئت اس سے بھی ہوتی کہ صابر صاحب لڑکوں سے اخلاقِ عشق

میں جھیک محسوس نہیں کرتے۔ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ دیگر

شعراء جو حبوب کے لئے مذکور کی ضمیر میں استعمال کرتے ہیں وہ بھی

لڑکوں ہی کے چکر میں ہیں — مگر ہم صابر صاحب کو قینیں لاتے

ہیں کہ ان کا خیال درست نہیں۔ ضمائر کی تبلیغی تو دراصل مشتری

تہذیب کا ایک رکھ رکھائی ورنہ مقصود وہی عس طیف ہوتی

ہے جس سے محبت کرنا خلاف فطرت نہیں کہا جا سکتا، لیکن جب

مذکور کی ضمیر میں کسی شعر میں اس طرح استعمال ہو جائیں کہ جس طیف

پران کا اطلاق ہی ممکن نہ رہے اور فالص "لڑکا" طے ہو جائے تو

یہی وہ مرحلہ ہے جہاں سے شاعری "لفکن" ہن کی طرف مرڑ جاتی ہے

لوٹدوں کے عشق کا تذکرہ بعض "بزرگوں" سے بھی صادر ہوا ہے۔

یادش بخیر تیر بھی کسی عطا کے لوٹنے سے پر فلسفتہ ہوئے تھے لیکن

ساری دنیا بھی لڑکوں کے چکر میں گرفتار ہو جائے تو یہ فعل خلافت

و ضعف فطرت ہی رہے گا۔

بہت سمجھتے کہ ۲۰۰ صفحات کے اس دیوان میں عیب

ہی عیب میں ہنر نہیں۔ نہیں یہ تو اذھاں ہو گا کہ ہم اچھے اشعار

کی موجودی کی تسلیم نہ کریں۔ قدم قدم پر پہنچر عرضی سئے تھے، لیکن یہ

آفت ہر گلہ شترک ہے کہ صابر صاحب دل و روح سے نہیں بھجھے

سرسماں ہو جسے نہ ہو سو دائے زلف پار

دور ان سر میں درد سر اُس کو ہو سر بربر

یہ سب اگر شاعری ہے تو یہی اعتراف ہے کہ سخن فتح، یہیں چھوکر

نہیں ہی۔ اس پورے دیوان میں فتنی مجاهدے بھی ہیں، الفاظ ایجخ بیخ

بھی ہے، استاد انہا ہمیں بھی ہے۔ مگر غزل، صداقت، جذب، سکاری

اور بے ساختی ہیں ڈھونڈتے سے نہیں سکی۔ خالص آور۔ جو فرق

آرٹ اور سائنس میں ہے وہی صابر صاحب کی شاعری اور اُس شاعری

میں ہے جسے جسم شاعری سمجھتے ہیں۔

دیے ہے صابر صاحب نے محنت جس قدر کی ہے اُس کی داد دینا

ظلم ہو گا۔ اس ٹھوکے میں ایک سے ایک فتنی چیز موجود ہے۔ مشلا ایسی

غزلیں جن میں ٹھیکتے وقت ہونٹ سے ہونٹ نہیں۔ یا ایسی کہ ہر لفظ

پر ہونٹ ضروری ہے۔ بعض میں نقطوں کا الترا ہے بعض بے نقطہ بیغ وغیرہ

کاش شاہی زمانہ ہوتا تو صابر صاحب کو ایسی ذنکار یونپر لعام و

اکرام سکتا تھا۔ لیکن بجالت موجودہ ایسی فتنی مجاهدوں اور استاد ان

عرق ریز یوں کا صرف کیا ہو، اس کا جواب ہمیں نہیں سکا۔ حریت

یہ ہے کہ تمام صلاحیتیں حسن لفظی الٹ پھیر پر کھادینے کے باوجود لفظی

خاییوں کی بھی کی نہیں۔

خالق نے جھیں پہچان لیا، اللہ نے تم کو جان لیا

ہاں یک کو ایکٹے مان لیا سردار دو عالم خوب ہوا

ٹھکڑوں کو حقیقی کرتے چلے جانے شک شس کاری ہے، لیکن

غمہم کا جھی تو لحاظ رکھنا چاہتے۔ خالق اور اللہ کو ایک ہی صورتیں

دو مختلف ہستیوں کے انداز میں پیش کرنا اہم ہے۔ اس کے علاوہ یہ

شعر جبھی صحیح المعنی قرار دیا جا سکتا ہے جب یہ سلیم کر لیا جائے کہ کچھ

زمانہ ایسا بھی لگدا ہے جس میں اللہ تعالیٰ "سردار دو عالم" کو جانتے

پہچانتے نہیں تھے۔ معاذ اللہ۔ "ہاں ایک کو ایکٹے مان لیا" کا نفرہ

بھی اللہ کے تعلق سے نہیں ہے۔

جب چلا میں آسمان نے دیدیا دو گز کفن

پھٹے اس نباش تو آکر مری چادر اٹھا

کیا مطلب ہوا؟

خدا پر صبر رکھنے کا فنا عن

بھروسایا کسی کا آئسرا کیا

قیمت پاچ روپے۔ ناشد کام درج نہیں۔ نہ ملنے کا کوئی پتہ
درج ہے۔ کاغذ سفید۔ چلد پر ڈسٹ کور۔

سے اپل کرتے ہیں۔ یہ اپل جلو سے نیچے ہیں اُتری بلکہ کام سر
کی چار دیواریں پھر پھر آتی رہ جاتی ہے۔

کیونزم کے خدوخال

عثمان بطور ایش ایکٹ بعض منتخب قالوں، افسانوں اور نظروں
کا جمکنہ تھیں نیک تعمیری مقاصد
کے تحت چھاپیا ہے۔ مجلہ تین روپے۔

درگٹ ایک بیوی دچپ اور حیرت انگریز آپ بتی جس سے
روس کے جری نہت کے ظالمانہ نظر کا بھی انک
منظرا منہ آتا ہے۔ دیوبند روپیہ۔

آزادی کی طرف ایک بڑے روسی افسر کی خود نوش
سوائی جس نے امر کیہیں بنایا۔ یہ
بے حد دچپ لیکن عبرناک کتاب روس کے حقیقی حالات سے
متعارف کرتی ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد آپ کیونزم کے حبیب
اوی صنو عجی دعووں سے بھی دھوکا نہیں کھائیں۔ مجلہ تین روپے
پڑھ کے دلوں چھاپ بیان۔ دچپ، سین، تموز اور
گوشے روشنی میں آتے ہیں۔ ایک روپیہ۔

سوہنے طریقہ کی حقیقت اہمیت نا اسے ظاہر
روس کے بیاسی اور
سماجی ڈھانچے کی سچی تصویر۔ عبرناک اور تحریر خیز و دھوکوں
میں مکمل۔ دو روپے۔

لینن انقلاب روس کے باقی لینن کی مستند سوائی
اور غیر جانب دارانہ۔ ایک روپیہ

ادب میں ترقی پستہ می کیونزم اور یہ شفاقت
کی آڑ میں کیا ہیں کہیں کیتا
ہے؟ اس کا مستند جواب۔ یہ کتاب اپنی اہمیت کی بناء پر
معفرد ترقی یافتہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔
قیمت اردو ایک روپیہ

عین کے تازق مسلمانوں کی داستان بحث
اشتہ ایکٹ کے پیہ پناہ جو ونشاد دے کے سایہ
ظلمت میں مسلمانوں پر کیا گزری اور کیا لگزد رہی ہے ایک کہانی
ایک تاریخ ایک تھی دستاویز۔ مسوار روپیہ۔

جن کے مسلمان انکھی یا آسمان کھا گیا؟ کیونزم کی
اُدمیوں کا دستاویزی تذکرہ۔ صرف چار آنے۔

سرخ جن سے فرار اشتہ ایک مالک اپنے دعوے کے
اطباق جنت میں ہیں، ملکہ الہی
جنت جہاں بڑیوں، آزاریوں، قلادوں اور شعلوں کے سوا کچھ بہر
خوبست یہ جنت جس سے بھلکنے کے لئے لوگ اپنا جان و مال سب
کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ خیر آپ یہ کتاب پڑھتے۔ دیوبند روپیہ۔
اور بیانگی بہار ایک دزادیوں نے مسیدہ نگر
انساوں کی تھار جسے معنی جو وجہ
کلبے خانہ بوجھ پشت پر اٹھائے جانوروں کی طرح چلی جا رہی ہے
ہر آن ان میں سے کتنے ہی بد نسب تھک کر گرتے ہیں اور دم توڑتے
ہیں۔ یہ چین ہے۔ جزو استبداد کا ایک سیع و علیم جیل خانہ۔
پڑھتے یہ حقیقت افراد کی ضرور پڑھتے۔ صرف ایک روپیہ۔

کیونزم اور کسان کیونزم کو ایشانی نقطہ نظر سے سمجھنے
دستاویزی حوالوں سے مزین ہے۔ ڈھانی روپے۔

سوہنے طریقہ کی چھکنیاں پر مشتمل ایک سیخیہ اور
معماری کتاب جو دچپ بھی ہے اور حقیقت افراد بھی صفتی تھا۔
قیمت صرف ایک روپیہ

باب الصوت

از بیگم عظیم زبیری

روز بروز بڑھتی ہوئی کمزوری اور لاغری کا علاج

کرنا چاہئے۔

بوارش سنبل الطیب ایک ایسا یونانی مرکب ہے کاس کے استعمال سے معاوہ۔ حکرا اور آنٹوں کی تحریکیں جلد دوہر کر فراجز و بدبن ہونے لمحتی ہے۔ پندرہ سال سے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔

اگر آلات ہضم میں کوئی تحریکی نہ ہو۔ بھوک اچھی محسوس ہوتی ہو۔ جو فدا طعامی جاتی ہو وہ ہضم ہو جاتی ہو۔ روز اور فضلہ آسانی سے خارج ہو جاتا ہو۔ لیکن باوجود اس کے کمزوری، پتی اور گراٹ محسوس ہوتی ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عنہہ ان قوت بخش بوہرروں سے خالی ہے جن کی جسم کو ضرورت ہے۔ ایسی صورت میں ایسی غذا میں جن میں وٹامنز۔ کیلیسیم۔ آئرن (فولاد) فاسفورس کافی مقتار میں ہوں۔ کھانی چاہئیں دودھ۔ مکھن۔ بالائی۔ اٹھا۔ چھپل۔ چوزہ مرغ کا شوربہ۔ الگو سبب اور دیگر مقوی پھیل۔ ایسی فدا میت بخش غذائی اشیاء ہیں۔ لیکن اس گرافی کے زمانے میں ہر شخص قبیت غذا استعمال نہیں کر سکتا اس لئے طاقت کو برقرار رکھنے والے روز بروز بڑھتی ہوئی لاغری و کمزوری کو روکنے کے لئے کوئی "ٹانک" غدو استعمال کرنا چاہئے تاکہ وہ غذا میت بخش اجزار کی کوپورا کر سکتا ہے۔

"تو نانی" ایسا جزوی ٹانک ہے جس کے استعمال سے جسم کو کافی فدا میت مل جاتی ہے۔ یہ جزوی ٹانک زبیری یونانی دو اخا میں تیار کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ اپنی صحت اور اپنا پیسہ کی ترتیب پر کام آتا ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ کوئی کسی کا سامنہ غرض و مطلوب کرنے نہیں دیتا۔ پس اپنی صحت کی حفاظت کیجھی بیگنی استعمال کرنے کے روز بروز کمزوری بڑھتی جاتی ہے ایسی صورت میں قبیت غذاوں پر روپیہ پریا در کرنے کی بجائے معمرہ اور جگہ کی اصلاح کرنے والی دواوں پر سپیسہ خرچ

ہو دقت یا صبح دشام کمزوری، پتی، گراٹ محسوس ہونے اور روز بروز بڑھتی ہوئی لاغری، ناناوی کے چارہ بینیادی سبب ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایسی ایسی عادت کا پڑھنا جو تندرستی کا ناس کرنے والی ہو۔ (۲) ایسی ایسے مرض کے حیثیں میں مکھن جانا جو حیم کو کمزور نالتوں بتانا چاہلا جائے۔ (۳) آلات ہضم کی کمزوری (۴) غذا کا قوت بخش جو ہر دل سے خالی ہونا۔

علاج و تدا بایہر۔ اگر کوئی عادت پڑھنی ہے جو تندرستی کا ناس کرنے والی ہو تو مضبوط قوت ارادی سے کام لے کر اس عادت کو چھوڑ دو۔ اور ان تمام افعال سے اپنے کو سختی کے سالمہ باز رکھو جو صحت اور زندگی کی بیربادی کا سر حصہ ہیں۔

اگر کسی ایسے مرض کے حیثیں میں مکھن گئے ہو جو اندر سبب جسم کو کھو کھلا اور کمزور بتانا چاہیے اور روز بروز ناناوی بڑھتی جا رہی ہے تو ایک سمجھدار اور بیوشمند انسان کی طرح اس مرض کا اصولی علاج کر دے۔ مولی طریقہ علاج ہی کے ذریعہ کم مدت میں بکھری تندرنستی سبور سکتی ہے۔ کامیاب اور درست اصولی طریقہ علاج کیا ہے؟ یہ جاننے کے لئے میرے پتہ پر خط الکھ کر "محاذظہ شاہب" مفت طلب فرمائیے۔

اگر آلات ہضم کمزور ہیں اور ان کی کمزوری کے باعث مگھی، دودھ۔ مکھن۔ اٹھا۔ چھپل وغیرہ جو بھی فدا طعامی جاتی ہے وہ پورے طور پر ہضم نہ کر جز دبدن نہیں ہوتی۔ خون کم اور فضلہ زیادہ بنتا ہے جس کے نتیجہ میں باوجود محمدہ غذا میں استعمال کرنے کے روز بروز کمزوری بڑھتی جاتی ہے ایسی صورت میں قبیت غذاوں پر روپیہ پریا در کرنے کی بجائے معمرہ اور جگہ کی اصلاح کرنے والی دواوں پر سپیسہ خرچ

حسن تقدیم

ایک جوازی عالم کے ایمان افروز فرموداں کی تلخیں
سلیں شنگفتہ اردو میں اسلامی اقدار و عقائد کی دلیل یہ کہیا نہ ہیں
تشریح - قیمت مجلد سوار و پیہ

خلو مسلم

حضرت امام غزالیؒ کی مفید ترین عربی تالیف کا
اُردو ترجمہ - اسلام کے پس فرمودہ اخلاقی اُدب اطوار
کی ایمان افروز تفصیل - قیمت پاچ روپے - کاغذ رفت

عمرو بن العاص

اس سمعانی رسولؐ فاتح مصر تلوار کے دھنی اور بلند پایہ مدد
کی داشت ان حیات جسے خود اللہؐ کے رسولؐ نے مد بر اسلام
کے خطاب سے نوازا ہے وہ پسپا شرائیکر اور مستند - مجلد دو روپے

مسلم و یونیٹی اور جارحانہ فرقہ پرستی

ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ بہ پھر اور جان دمال پر
جو یوں ہیں ان کا بصرانہ جائزہ اور ممتاز لوگوں کے فرموداں
پر فتقہ و بصرہ - ڈھانی روپے -

ملائغ المبین

حضرت شاہ ولی اللہؐ دہلوی کی ایک بہت بہا کتاب کا
اُردو ترجمہ - جو بدعت کے ردِ سنت کے اثبات اور عقائد
محیٰ کی لوعیج میں نہایت اعلیٰ ہے - کاغذ فرموداں کا غدر ف مجلد جارودے

فسادات جپیور اوس اس کے بعد
حال ماھنی کی قبر میں دفن ہو جاتا ہے لیکن اس سے سبق حال کرنا
جیسی محکم سے کوہ حاظظہ کی طرح پرزندہ ہے۔ یہ کتاب سی امکان کو
پائزہ کھٹکی ایک ٹوٹر سنجیدہ اور فکر انگریز کوشش ہے۔ دو روپے
اگر یہی ٹوٹریں سوار و پیہ

تلبیس البلیس

علام ابن حوزیؒ کی شہرہ آفاق کتاب مسلمانوں کے ہر طبقہ اور
ہر جاعت کی مکروریوں اور بے اعتدالیوں کی شانہ ہی۔ مذہب
کی تائیج اور گمراہ فرقوں کے عقائد کا بیان - مجلد دش روپے -

فارابی

تالیف: عباس محمود (مصری) ترجمہ: - تریں احمد جعفری
معلم شانی حکیم ابوالنصر فارابی کے نفضل و مکال "خشیت حالات
وسوانح - علمی مقام اور تجدید فلسفہ" میظن کے مفضل اور
مستند حالات - قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

خطبات مدارس

سیرت کے موضوع پر مولانا میڈ سیلان ندوی کے
مشہور ترین خطبات جو اپنا چاہ آپ ہیں -
مجلد ساڑھتین روپے

عہد نبویؐ کے میدان جنگ

یدرو اُحدا اور دور سالت کی دوسری جنگوں کے نظر
تحقیقات حالات، بلکہ فتوہ اور نقشہ بھی۔ اس کے مؤلف مشہور
استاذ قانون ڈاکٹر محمد حمید الدین - ڈیڑھ روپیہ -

علماء سلف و نابینا علماء

یہ کتاب علمائے سلف کے علمی ذوق و شوق کا وہ صفا
آئینہ ہے جسے دھکر دل سرست اور خرست بذریعہ پوچھتا ہے
آرچنگ کی میسیوں یہم کتابوں کا عطر۔ تین روپے -

نصرۃ الحدیث

تفہم انکار حدیث کے رد میں ایک شرعاً الاراء کتاب - برداہی
الزم اور پوچھنیٹے کا مدلل رد - زبان عام فہم شناختی گیری طالب
ہمایت قیع و تجدید - مقدمہ جدید کے اضافے کیسا تھے - ڈھانی روپے

دُرَرِ حَجَّهُ شَبَابِ الْمُحْرَمِ فِي سَرِيرِ



DURR.E.NAJAF

● دھنے جالا روندا پڑبائی سرخی اور انکھیں دکھنے میں مفید ہے۔

● آنکھوں کے آگے تارے اڑتے ہوں، یا بینانی کمزور ہوتی جاتی ہو، یا انکھیں تحکاہ دھوس کرنے کی ہوں تو اسے استعمال فرمائیے۔

● ضروری ہو ایات ساتھ تجویزی جاتی ہیں۔

جن حضرات کے تحریر کے بعد تعریفی تحریر میں مرحمت فرمائیں اُن میں سے چند کے آیا گرامی

حضرت ولانا شیخی احمد صاحب مدنی - حضرت ولانا شیخ احمد صاحب عثمانی - مولانا فاری محمد طیب صاحب بنت مدار العلوم دیوبند - مولانا اشتیاق احمد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند - حضرت مولانا مطلوب الرحمن صاحب عثمانی - مولانا انصافی عتیق الرحمن صاحب (ندوۃ الصنفین بنی) - داکٹر طفری یار خاں صنایق ملٹری سرجن - حکیم کنہیا لال صاحب دیوبہارپور - داکٹر انعام الحق، صاحب ایل ایم ایس ہزوی پتیک - ساہبو جو الارسن صاحب رئیس اعظم مراد آباد - جناب میان بی بی ایڈریس اسلامی فیضیا دیوبند

ہندستان کا پتہ دار الفیض رسمانی - دیوبند - صنیل عہدہ سہارپور - (یو-پی) اندھیا

پاکستان کا پتہ مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸۰ مینا بازار پیر الہی بخش کالونی - کراچی (پاکستان)